مسلسل اشاعت کے پچاس سال

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

605/ ربیع الثانی ۱۴۳۷ جنوری ۲۰۱۶

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

سرپرست اعلیٰ
مولانا سمیع الحق

مدیر اعلیٰ
مولانا راشد الحق سمیع





اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الاُمِّیِّ وَ عَلیٰ آلِہٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

اے بی سی آڈٹ بیوروسرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر 51
شمارہ نمبر 04
ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ
جنوری ۲۰۱۵ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

اس شمارے کے مضامین

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔
فون نمبر: +92 923 -630435
فیکس نمبر: +92 923 -630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/30 روپے۔ سالانہ -/350 روپے۔ بیرون ملک 35$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز — بسم اللہ الرحمن الرحیم — حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ

مدارس کے خلاف عالمی ایجنڈا کے ذریعے پاکستان کو سیکولر اور لبرل ریاست بنایا جارہا ہے

دینی مدارس کے نظام، نصاب اور اتحاد کو توڑنے کی کوششیں کی جارہی ہیں

وزیرداخلہ چودھری نثار علی خان کا دینی مدارس سے متعلق بیان بت کدہ آذری میں اذانِ حق ہے

اِن دنوں پاکستان میں دینی مدارس کے حوالے سے مختلف حلقوں اور خصوصاً حکومتِ وقت کی جانب سے وقتاً فوقتاً غلط پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور مغرب کی ایماء پر اسلامی معاشرے کے مضبوط قلعوں میں نقب لگانے کی سازشیں اپنے عروج پر ہیں۔ اس سلسلے میں خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کو استعمال کیا جارہا ہے۔ پھر مسلک دیوبند کو ایک خاص منصوبے کے تحت بدنام کیا جارہا ہے اور اِن پر دہشت گردی و فرقہ پرستی کا لیبل زبردستی چسپاں کیا جارہا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ عالمی دعوت تبلیغی تحریک پر بھی پابندیاں عائد کی جارہی ہیں اور وہ بھی اسلامی مملکت خداداد پاکستان کے تعلیمی اداروں میں۔ وفاق المدارس العربیہ اور اسلامی جماعتیں اس سلسلے میں اس کے خلاف سینہ سپر اور یکجا ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیشہ حق کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ پاکستان مسلم لیگ کا کردار دینی مدارس کے حوالے سے پیپلز پارٹی اور پرویز مشرف کی ڈکٹیٹر شپ کے دور سے بھی زیادہ گھناؤنا نظر آرہا ہے لیکن اِس کے حق گو وزیرداخلہ جناب چودھری نثار علی خان صاحب مسلسل دینی مدارس کے کردار کی اہمیت اور علماء طلباء کے پُرامن اور محبِّ وطن ہونے کا اظہار ڈنکے کی چوٹ پر پارلیمنٹ، وفاقی کابینہ اور میڈیا کے سامنے دہراتے رہتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے دینی مدارس کے بدبخت خواہ طبقے کو دینی مدارس پر تنقید کے حوالے سے کھری کھری سنائی ہیں۔ اسی مناسبت سے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے یکم فروری اور ۱۴ فروری ۲۰۱۶ء کو ضلع ہنگو وغیرہ میں علماء کے ایک اہم اجتماعات میں اِن اہم موضوعات پر اظہار خیال ہے۔ لہٰذا ان بیانات کو اہمیت کے پیش نظر اور حالات کے تقاضوں کے مطابق اداریے میں شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ (مدیر مسؤل)

---

14 فروری: جمعیت علماء اسلام کے مرکزی امیر اور دارالعلوم حقانیہ کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے وفاقی وزیرداخلہ چودھری نثار علی خان کے دینی مدارس سے متعلق دفاعی جرات مندانہ بیان پر انہیں خراج تحسین پیش کیا اور کہا ہے کہ اُن کا بیان حکومت کے بتکدہ آذری میں اذان حق کے مترادف ہے۔ مولانا سمیع الحق نے ہنگو میں ایک اہم دینی ادارہ جامعہ فاروقیہ کوٹکی میں علماء طلباء مدارس اور فضلاء حقانیہ کے ایک اہم مشاورتی

اجتماع سے خطاب کیا۔ جس میں ضلع ہنگو کے علاوہ کرم ایجنسی اور کرزئی ایجنسی ،پاڑہ چنار، صدہ، دوآبہ، شمالی وزیرستان کے علماء فضلاء سے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مولانا سمیع الحق نے مدارس کے خلاف عالمی ایجنڈا کو تفصیل سے بے نقاب کیا اور کہا کہ اس ایجنڈے کے ذریعے پاکستان کو ایک لادینی سیکولر اور لبرل ریاست بنانے پر کام شروع ہو چکا ہے چونکہ مدارس دینیہ ہی اس راہ میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں، اس لئے پہلے مرحلے میں دینی مدارس کے نظام اور نیٹ ورک کو توڑنے کی کوششیں کی جارہی ہیں ۔ ایسے حالات میں وزیر داخلہ چودھری نثار صاحب نے بہت سے اندرونی و بیرونی عناصر کی دُم پر پاؤں رکھ کر ایمانی جرات کا ثبوت دیا ہے اس پر وہ ملک بھر کے دینی تعلیمی حلقوں کے تحسین کے مستحق ہیں۔ گوکہ وزیر داخلہ پر وقتاً فوقتاً مختلف فرقوں اور اندرونی و بیرونی دباؤ اس حوالے سے رہتا ہے لیکن انہوں نے ہر طرح کے حالات میں کلمہ حق دینی مدارس کے دفاع کے حوالے سے موثر انداز میں ادا کیا ہے۔ مغربی تہذیب ویلنٹائن ڈے کے حوالے سے بھی اِن کے بیانات اور اقدامات قابل قدر ہیں اور دوسری جانب وفاقی حکومت تبلیغی جماعت جیسی عظیم الشان پرامن دعوتی جماعت پر مختلف قسم کی پابندیاں لگا رہی ہے اور قوم کو ویلنٹائن ڈے اور تعلیمی اداروں میں دن بدن ثقافت کے نام پر ڈانسنگ پارٹیوں اور بے حیائی کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ اور مدارس کے اِردگرد سخت قسم کی پابندیاں عائد کی جارہی ہیں، یہ تمام اقدامات قوم اور علماء کو قبول نہیں۔ اس سلسلے میں بہت جلد تمام دینی جماعتوں اور مدارس کے بورڈز کو اِس بین الاقوامی سازش کے خلاف اکٹھا کرنے کی کوششیں کی جائیں گی۔

....

یکم فروری ۲۰۱۶ء: جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ اب یہ حقیقت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی کہ حکمران ایک عالمی منصوبے کے تحت پاکستان کا نظریاتی تشخص ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اسے ایک مادر پدر آزاد لبرل سٹیٹ بنانے کے منصوبے پر کام کررہے ہیں۔ عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں اپنا تخت طاؤس سجانے والے اب لاہور میں تبلیغی جماعت بھی برداشت نہیں کرتے۔ مولانا سمیع الحق نے لاہور کے جامعات (یونیورسٹیوں) میں تبلیغی جماعت پر پابندی پر احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ اس جماعت پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باغی ممالک روس امریکہ برطانیہ نے بھی پابندی نہیں لگائی۔ نہ مسلمان دشمن بھارت کو اس سے کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے سوال کیا کہ تبلیغی جماعت کونسی دہشت گردی میں ملوث یا یہ جماعت کس فرقہ واریت کی پرچار کرتے ہے۔ اس کا جواب شریف برادران کو دینا چاہیے۔ پنجاب نے علماء اور دینی مدارس کو نشانہ بنانے پر پچھلے تمام اسلام دشمن حکمرانوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ اب وقت آیا ہے کہ تمام دینی قوتیں علماء ارباب مدارس و مشائخ مل بیٹھ کر اس حالات کا

سامنا کرنے کا سوچیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جب سے آئینی ترامیم منظور ہوئی ہیں اسلام دشمن قوتوں کو یہ ہضم نہیں ہورہی ہے۔ اس تشویشناک صورتحال میں دینی اور علمی لبادہ اوڑھے ہوئے کچھ علماء کا قادیانیت کے بارہ میں آئینی ترمیم کے بعد اب توہین رسالت ایکٹ پر نظر ثانی کرنے کی باتیں پوری قوم کیلئے لمحۂ فکریہ ہیں۔ ایسے لوگوں کا ایک اہم آئینی ادارہ نظریاتی کونسل اور دینی پارٹی کے مناصب پر فائز رہنا ایک عظیم المیہ ہے۔ مغربی طاقتیں ان دونوں قوانین اور ترامیم کو مٹانے پر تلی ہوئی ہیں تو کیا ان ترامیم پر نظر ثانی کی بات کرنے والے درپردہ ان اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈا کی تکمیل پر لگے ہوئے ہیں؟ مولانا سمیع الحق نے پورے ملک کے علماء سے سوال کیا کہ دین کے ان بنیادی مسلمہ اصولوں پر نظر ثانی کرنے والے کا ایمان سلامت رہ سکتا ہے؟

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کی نئی علمی وادبی کاوش

”صحبتے با اہل حق“

خداوند تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ فضلائے دارالعلوم حقانیہ زندگی کے تمام شعبوں میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دے رہے ہیں اس نے ایک عالم کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ تحقیق وتصنیف ہو یا دعوت و جہاد، سیاست وقیادت ہو یا اصلاح وارشاد، علمی مراکز ہو یا مدارس کا وسیع ترین نیٹ ورک ہر شعبہ میں حقانی فضلاء کی ایک ذہین وفطین کھیپ مصروف عمل ہے۔ انہی حقانی فضلاء میں سے ایک قابل فخر فرزند اور دارالعلوم حقانیہ کے سابق مدرس استاد محترم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب ہیں، جو عصر حاضر کے صاحب طرز ادیب، مصنف، محقق، محدث، مترجم، مفسر، نقاد، منتظم اور مدیر ہیں۔ مگر ان سب سے بڑھ کر ان کا علمی کارنامہ یہ ہے کہ وہ درجنوں موضوعات پر لکھنے کے باوجود ایک خاص وقت دارالعلوم حقانیہ اور اس کے اکابر وشخصیات کی تاریخ وسوانح کیلئے وقف فرماتے ہیں، جس میں حقائق السنن، ماہنامہ الحق شیخ الحدیثؒ نمبر، سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ، صحبتے با اہل حق (ملفوظات شیخ الحدیثؒ) پھر والد گرامی مولانا سمیع الحق صاحب کے حوالے سے شریعت بل کا معرکہ، سوانح مولانا سمیع الحق (دو جلد) وغیرہ جیسی وقیع کتابیں شامل ہیں۔

حقانی صاحب کی نئی کتاب ”صحبتے با اہل حق“ (مجالس وملفوظات مولانا سمیع الحق مدظلہ) بھی اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہے، جو ختامہ مسک کی آئینہ دار ہے، جس میں حضرت حقانی صاحب

کے استفسارات اور والد ماجد مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے جوابات پر مبنی دلچسپ و دلکش مکالمے بھی ہیں اور مذاکرے بھی، جدید مطبوعات پر تبصرے بھی ہیں اور قدیم مخطوطات کے تذکرے بھی، ادب شناسی بھی ہے اور شعر وادب سے معمور محفلیں، علماء، صلحا، اولیاء کے احوال بھی ہیں اور مظلوم عالم اسلام کی حالت بھی، حقائق و دقائق بھی ہیں اور دلچسپ واقعات بھی۔ الغرض دعوت و تبلیغ، تصنیف و تالیف، قیادت و سیاست، قومی و ملی حوادث ونوازل، دارالعلوم حقانیہ کی قدم بقدم تاریخ اور بدلتے حالات کے متعلق دارالعلوم حقانیہ کا موقف سمیت تمام اہم ایشوز پر دلچسپ تذکرے، تجزیئے اور تبصرے شامل ہیں۔ درجنوں موضوعات کے تحت ۹۵۰ عناوین اور ۵۷۲ صفحات پر مشتمل ادبی سوغات "القاسم" اکیڈمی نے شائع کی۔ یقیناً یہ کتاب جہاں والد ماجد صاحب کی علمی، ادبی اور سیاسی ذوق کی عکاس ہے وہیں مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے ذوق، تتبع، محبت اور خلوص کا آئینہ دار بھی۔

اس علمی اور ادبی ذخیرے کی ترتیب و تدوین پر دارالعلوم حقانیہ کے جید فاضل مولانا حبیب اللہ حقانی بھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے ایک دیہاتی مجلس کو لکھنوی طرز بیان سے مزین کرکے ہزاروں قارئین کیلئے سامان ذوق فراہم کیا۔ امید ہے کہ مولانا حقانی صاحب کا یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہیگا۔

ایک چشم کشاء تحریر

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم

مدارس دہشت گردی روکنے کا عظیم نیٹ ورک

مختلف ادیان ومذاہب، مسالک اور فرقوں سے بلاامتیاز استفادہ کا عظیم شاہکار

ہفتہ ۱۴ رفروری ۲۰۱۶ء کو کلر سیداں میں اجتماعی شادی کی ایک تقریب کے بعد صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے وفاقی وزیر داخلہ جناب چودھری نثار علی خان صاحب نے کہا ''علماء کرام اور وفاق المدارس کے قائدین سے مل کر پاکستان کے ۱۸ کروڑ عوام اور پوری دنیا کو ایک پیغام دینے جار ہے ہیں کہ دہشت گردی کے حملے میں خواتین، بچوں، بزرگوں، نمازیوں پر حملے کرنے والے جنتی ہیں یا جہنمی اور اسلام کے پیروکار ہیں یا بدترین مخالف ہیں، علماء کرام سمیت تمام مکاتب فکر حکومت کے ساتھ کھڑے ہیں، تمام مدارس دہشت گردی میں ملوث نہیں، مدارس دہشت گردی نہیں پھیلا رہے بلکہ اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، مدارس کی رجسٹریشن پر اتفاق ہوگیا ہے جس کا جلد اعلان ہوگا۔ وفاق المدارس کا اجلاس بلا رہے ہیں جس میں وزیراعظم اور آرمی چیف کو بھی مدعو کریں گے۔''

اس حقیقت کا جائزہ لینا از بس ضروری ہے کہ کیا دینی مدارس کے نظام ونصاب پر فرقہ واریت کے فروغ اور انتہا پسندی کی ترویج وتبلیغ کا جو الزام عائد کیا جاتا ہے وہ کس حد تک مبنی بر حقیقت ہے؟ حقائق یہ ہیں کہ دینی مدارس پر فرقہ واریت اور انتہا پسندی کے پرچار اور فروغ کا اندھا دھند الزام لگانے والوں نے کبھی یہ زحمت گوارا نہیں کہ وہ دینی مدارس کے نصاب میں شامل کسی ایک کتاب کی ورق گردانی کرتے۔ عالمی طاقت اور اس کے حلیف مغربی ممالک کی خوشنودی کے حصول کے لئے دینی مدارس کے حوالے سے ڈس انفارمیشن پھیلانا اور نظام ونصاب کو موردِ تنقید بنانا ایک منفی روش ہے۔ سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں کون کون سے علوم شامل ہیں۔ واقفان حقائق جانتے ہیں کہ دینی مدارس میں طلباء و طالبات کو علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، علم لغت، علم ادب اور علم عروض وقوافی کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے، صرف علم تفسیر کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ اس پر تبحر اور عبور حاصل کرنے کیلئے ۱۵ کے

قریب ایسے علوم وفنون پر ملکہ کا حصول لازمی ہے جس کے بغیر کسی غیر عرب طالب علم میں قرآن مجید کی صحیح تفسیر بیان کرنے کی اہلیت واستعداد پیدا نہیں ہوسکتی۔ دینی مدارس کے طلبا کو جو شیوخ القرآن علم تفسیر پڑھاتے ہیں وہ بین المسالک برداشت اور رواداری پیدا کرنے کے لئے انہیں اپنے اسلاف کی تفسیروں کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے مفسرین کی تفسیروں کے مطالعہ کی بھی تاکید کرتے ہیں۔ نصاب میں شامل تفسیر کشاف مشہور معتزلی مفسر علامہ زمخشری کی ہے۔ دوسری اہم ترین تفسیر کی کتاب جلالین ہے۔ اس کے مؤلفین شوافع میں سے ہیں۔ علم الحدیث کی تعلیم وتدریس کے لے بلا تفریق مسلک، احادیث کی تمام مشہور کتابوں سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ ان میں نمایاں ترین امام بخاریؒ کی صحیح بخاری ہے، امام بخاریؒ کی بعض آراء سے اہل سنت اختلاف کے باوجود انہیں امیر المومنین فی الحدیث کا خطاب دیتے ہیں۔ حدیث کی صرف ایک کتاب طحاوی شریف ایسی ہے جو حنفی محدث نے مدون کی ہے، اس کے علاوہ نصاب میں شامل احادیث کی تمام کتب غیر حنفی محدث مدونین کی ہے۔ ایک مشہور معاصر ریسرچ سکالر کی تحقیق کے مطابق ''علم فقہ کی سب سے اونچی کتاب ہدایہ ہے جس میں اختلافی مسائل میں ائمہ احناف کے نقطہ نظر کی ترجمانی کی گئی ہے لیکن اسی ہدایہ کے حاشیہ پر مشہور شافعی محدث اور فقیہ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب ''الدرایۃ'' بھی لگائی گئی ہے۔ جس میں انہوں نے کئی مقامات پر احناف کے دلائل کو کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اصول فقہ میں علامہ تفتازانی کی کتاب بھی شامل نصاب ہے، عسقلانی حنفی مسلک کی کئی کتابوں کی شرح لکھنے کے باوجود شافعی المسلک تھے۔ علم المنطق کی اہم ترین کتابوں میں سے ایک ''شرح تہذیب'' بھی ہے جو کسی سُنی عالم کی نہیں بلکہ ایران سے تعلق رکھنے والے شیعہ مصنف علامہ عبداللہ بن الحسین اصفہانی کی ہے۔ آج تک اس کتاب کے شامل نصاب ہونے پر کسی مدرسے یا کسی عالم نے کوئی احتجاج نہیں کیا بلکہ اس سے خوشدلی کے ساتھ استفادہ کیا جاتا ہے۔ علم لغت میں مدارس اسلامیہ میں تاج العروس، مصباح اللغات اور دیگر شاہکار کتابوں کے ہوتے ہوئے عیسائی مرتب لوئس کی شہرآفاق کتاب ''المنجد'' سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور یہ کتاب تقریباً ہر بڑے عالم اور مدرسے کے کتب خانے میں لازماً موجود ہوتی ہے۔

جاہلیت کے زمانے میں شاہکار عربی نظموں کا مجموعہ ''السبع المعلقات'' بھی بہت سے مدارس میں داخل نصاب ہے جس کے مندرجات میں جاہلیت کے عقائد اور نظریات بھی شامل ہیں۔ علماء نیا مندرجات سے صرف نظر کرکے ان کی ادبی حیثیت کا اعتراف کیا ہے اور اسے اپنے نصاب میں ممتاز مقام عطا کیا ہے۔ مدارس اسلامیہ کی وسعت ظرفی کا اندازہ لگا لیجئے کہ علم عروض وقوافی کے فن سے متعلق نصاب میں

شامل واحد کتاب کسی عربی عالم یا اسلامی ادیب کی نہیں بلکہ امریکہ سے تعلق رکھنے والے برطانوی نژاد عیسائی مصنف ڈاکٹر نیلسس فنڈ یک کی ہے جو"محیط الدائرہ" کے نام سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصابی نقشے میں موجود ہے اور اہتمام کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے۔

دینی مدارس کے نصاب کے انفراسٹرکچر اور فریم ورک اور ان میں زیر تعلیم طلباء کی تعلیمی ضروریات اور افتاد طبع سے آگاہ باخبر حلقے جانتے ہیں کہ وہ اس حد تک وسیع النظر ہیں کہ مسلم علماء و سکالرز کی تصنیفات، تالیفات، تحقیقات اور علمی اکتشافات سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ وہ آج بھی عیسائی مستشرقین کی کتابوں سے بھی استفادہ کرنے میں کسی قسم کا تامل محسوس نہیں کرتے۔ اس ضمن میں صرف عیسائی مستشرق بروکلین کی کتاب المعجم الفہرس لالفاظ الحدیث کا حوالہ کافی ہے۔ پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے مدارس کی لائبریریوں میں آپ کو دینی مدارس کے طلباء یہودی مستشرقین کی کتابوں کے مطالعہ میں بھی محو دکھائی دیں گے۔ اس تناظر میں یہ حقیقت روز روشن کی طرح ابھر کر سامنے آتی ہے کہ متعصب بیگانوں اور بے خبر اپنوں کے تمام تر بے بنیاد الزامات کے باوجود دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں کسی بھی سطح پر فرقہ وارانہ طرز فکر کی افزائش کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ سب مغربی میڈیا کے "ماہر افسانہ تراشوں" کی "خانہ ساز داستانوں" کا شاخسانہ ہے۔ اگر آنکھوں سے دین بیزاری کی پٹی اتار کر ان حقائق کا جائزہ لیا جائے تو چودھری نثار کے یہ الفاظ حرف بہ حرف درست ہیں کہ دینی مدارس دہشت گردی کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہیں۔

اس کے باوجود ہم سمجھتے ہیں کہ دینی مدارس کے منتظمین اور اساتذہ اپنے طلباء کو مسلکی منافرتوں، جزئی و فروعی اختلافات، فرقہ واریت اور دیگر تعصّبات سے دور رہنے کی تلقین کریں اور خصوصاً انہیں مسلکی انتہا پسندی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کے تباہ کن اور خطرناک اثرات سے باخبر کرنا اپنا فرض منصبی جانیں، نیز دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی تدریس و تعلیم کو ترویج دیں تاکہ یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء ملکی ترقی کے علم میں شریک ہوسکیں۔ اگر ارباب حکومت دینی مدارس کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لے ان کی رجسٹریشن کرنا چاہتے ہیں تو اس پر کسی بھی دینی مدرس کے ذمہ دار کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی از بس ضروری ہے کہ ارباب حکومت دینی مدارس کے مہتممین، اساتذہ اور طلباء کے تشویش و اضطراب کو دور کرنے کیلئے یقین دہانی کرائیں کہ دینی مدارس کے خلاف کوئی پالیسی زیر غور نہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "نئی بات")

جناب رحیم اللہ یوسفزئی، معروف کالم نگار و صحافی
جناب عرفان صدیقی، مشیر وزیر اعظم پاکستان

تحریک طالبان افغانستان کے ایک عظیم رہنما قابل فخر حقانی فرزند ملا محمد حسن رحمانی اخوند کا انتقال پر ملال

جہاد افغانستان اور بعد میں تحریک طالبان افغانستان کے ایک عظیم رہنما مولانا محمد حسن رحمانی کا پچھلے دنوں انتقال ہوا۔ انہوں نے ۷۱۔۱۹۷۰ء میں اوراس سے قبل مختلف درجات میں تحصیل علم کیا۔ ۷۰ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق قدس سرہ کی انتخابی مہم میں بھی بھرپور حصہ لیا اور یہاں سے سیاسی اور جہادی شعور لیکر جہادِ افغانستان اور تحریکِ طالبان میں موثر کردار ادا کیا۔ وہ ملا عمرؒ کے معتمد ترین رفقاء میں سے تھے، قندہار سمیت کئی صوبوں کی گورنری پر فائز رہے۔ اگست ۱۹۹۶ء میں قائد جمعیت مولانا سمیع الحق نے قندہار کا دورہ کیا، ملک کے سرکردہ علماء اور صحافی حضرات جن میں معروف صحافی اور تجزیہ کار جناب عرفان صدیقی بھی مولانا کے ہمرکاب تھے، موصوف نے اس دورہ کے تاثرات اور سفرنامہ نے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا جس کی بازگشت اب تک سنائی دیتی ہے۔ موصوف اِس وقت وزیر اعظم نواز شریف کے خاص مقربین میں شامل ہیں، ملا محمد حسن رحمانی کے بارہ میں ان کے تاثرات کا کچھ حصہ اور افغان امور کے مسلمہ تجزیہ نگار جناب رحیم اللہ یوسفزئی کی تعزیتی تعارفی تحریر ذیل میں دیئے جارہے ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ اور جامعہ حقانیہ اپنے ایک قابل فخر مجاہد حقانی فرزند کی جدائی میں شریک تعزیت ہے اور رفع درجات اور ان کی قربانیاں امت مسلمہ کے حق میں بارآور ثمرات کا ذریعہ بننے کی دعاؤں میں شریک ہیں.......... (ادارہ)

طالبان رہنما کا انتقال

افغان (تحریک) طالبان کے رہنما ملا محمد حسن رحمانی کا پاکستان میں انتقال ہوگیا ہے انہوں نے امریکہ و دیگر ممالک کی افواج کی افغانستان میں موجودگی کے دوران مزاحمت کی قیادت کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ (افغان) طالبان ذرائع کے مطابق رحمانی کا انتقال 7 فروری کو کراچی کے ایک ہسپتال میں ہوا جبکہ انہیں (8 فروری) کوئٹہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ وہ گذشتہ کچھ عرصے سے علیل تھے

تاہم طالبان ذرائع نے ان کی بیماری کی نوعیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ رحمانی قندھار کے گورنر بھی رہے جو طالبان تحریک کے پروان چڑھنے اور ان کی منظم جدوجہد کا آبائی مقام ہے۔ قندھار سے تحریک طالبان کا آغاز ہوا اور ان کا مرکز رہے اس شہر کو روحانی اعتبار سے بھی تحریک کے پیروکاروں میں اہم سمجھا جاتا ہے۔ روس کے خلاف مزاحمت میں ایک بارودی سرنگ کے دھماکے کی وجہ سے رحمانی کی ایک ٹانگ ضائع ہوگئی تھی جس کے بعد سے وہ مصنوعی ٹانگ کا استعمال کرتے تھے۔

رحمانی کا تعلق اچکزئی قبیلے سے تھا اور وہ اورزگان صوبے سے تعلق رکھتے تھے۔ دسمبر 2001ء میں جب تحریک طالبان کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو اس وقت سپریم لیڈر ملا محمد عمر نے انہیں اعلیٰ سطحی طالبان فیصلہ ساز شوریٰ کا رکن بنادیا۔ بعد ازاں وہ پاکستان منتقل ہوئے اور تحریک طالبان کی قیادت کے طور پر کردار ادا کرتے رہے۔ ملا عمر کے انتقال کے بعد نئے سربراہ ملا اختر محمد منصور کیساتھ انکی نہیں بنی اور انہوں نے بیعت کرنے سے انکار کردیا۔ اُن کا مؤقف تھا کہ نئے امیر کا انتخاب کرتے ہوئے جو طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے وہ جلد بازی کا مظہر ہے اور زیادہ شفاف طریقۂ انتخاب کے ذریعے نیا امیر چنا جانا چاہئے تھا۔

رحمانی نے منصور کے سربراہ بنائے جانے کی مخالفت کی لیکن انہوں نے منصور کے مخالف دھڑے جس کی قیادت ملا محمد رسول کررہے ہیں اس میں شمولیت اختیار نہیں کی۔ اپنی حیات کے آخری دنوں میں ان سے منسوب یہ باتیں سننے کو ملیں کہ بالآخر انہوں نے منصور کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی لیکن اس رپورٹ کی تردید ملا رسول کے دھڑے کی جانب سے سامنے آئی جو چاہتے تھے کہ رحمانی اُن کے ساتھ شامل ہوجائیں لیکن ایسا نہ ہوسکا۔

(افغان) طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے قبل ازیں زبان زدعام اُن خبروں کی تردید کی جس میں کہا گیا تھا کہ رحمانی کو شوریٰ کی رہبری، جیسے کلیدی منصب سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔ طالبان تحریک کی جانب سے یہ وضاحت بھی سامنے آئی ہے کہ رحمانی کے انتقال سے ان کی جدوجہد اور تحریک پر اثر نہیں پڑے گا اور حکمت عملی کے مطابق افغانستان میں مزاحمت بھی جاری رکھی جائے گی اور افغانستان میں قیام امن کے سلسلے میں اشرف غنی حکومت سے بات چیت کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں کسی فیصلے پر پہنچا جاسکتا ہے۔ (بشکریہ دی نیوز۔ تحریر رحیم اللہ یوسفزئی، ترجمہ: ابوالحسن امام)

وضاحتی نوٹ: مولانا سمیع الحق اور دیگر مشائخ حقانیہ کی طرف سے نئے امیر ملا اختر منصور کی تائید کے بعد مولانا مدظلہ کے رابطہ کے بعد ایسے تمام سرکردہ حضرات بشمول ملا محمد حسن رحمانی مرحوم نے اختلاف سے دستبرداری اور نئے امیر کے خلاف کسی بھی سرگرمی سے براءت کا اعلان کردیا...... (ادارہ)

جناب عرفان صدیقی
معروف کالم نگار

ملا محمد حسن رحمانی کی شخصیت

عظمت و تمکنت سے بے نیاز مولانا سمیع الحق

مولانا سمیع الحق اور صحافیوں کے مراسم اس لئے بڑے خوشگوار ہیں کہ مولانا نے کبھی علم کی عظمت اور عالمانہ تمکنت کو اپنے اوپر طاری نہیں ہونے دیا۔ ان کی بے تکلفی، بذلہ سنجی، نکتہ آفرینی اور شگفتہ گوئی نے ہمارے اس سفر کو کبھی بوجھل نہ ہونے دیا۔ طالبان ان کے لئے بچھے جارہے تھے اور مولانا کو ہمارے آرام و آسائش کا خیال بے کل کئے رکھتا تھا۔ چائے، مشروبات اور قندھار کے شیریں پھلوں سے تواضع کے بعد بھاری بھرکم میزبان شخصیات کی آمد شروع ہوئی۔

مولانا محمد حسن طالبان کی اعلیٰ قیادت میں بہت نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ قندھار کے گورنر رہ چکے ہیں اور حال ہی میں انہیں پانچ صوبوں کے امور کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ غزنی، زابل، قندھار، ہلمند اور اورزگان کے گورنران کے ماتحت آتے ہیں شورائے عالی کے رکن اور اسپیکر ہیں۔

ملا محمد حسن کی مختصر گفتگو

مولانا سمیع الحق اور ان کے وفد سے مولانا محمد حسن کا تعارف کرایا گیا۔ سادہ و درویش سے اس شخص کی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی۔ انہوں نے مختصر گفتگو کرتے ہوئے کہا: بھائیو میں خوش ہوں کہ تم پاکستان سے ہمیں ملنے آئے ہو۔ ہماری باتیں سننے آئے ہو۔ ہم اور تم دو نہیں ہم کل بھی ایک تھے، آج بھی ایک ہیں اور انشاء اللہ کل بھی ایک رہیں گے۔ تم نے جہاد میں بھی ہمارا ساتھ دیا، جہاں ہمارا لہو گرا وہاں تم نے بھی اپنا خون بہایا۔ آج افغانستان کو امن اور سکون کی ضرورت ہے۔ تعمیرِ نو کی ضرورت ہے۔ اللہ کا وہ نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے جس کے لئے جہاد کیا گیا۔ تم یہاں جب تک چاہو رہو خوب گھوم پھر کر دیکھو عام لوگوں سے ملو۔ تمہیں پتہ چلے گا کہ طالبان نے کس طرح اپنی ماتحت ولائتوں کو امن کا گہوارہ بنا دیا ہے۔ پندرہ ولائیتیں ہمارے کنٹرول میں ہیں۔ جب سے اسلامی تحریک طالبان کی حکومت قائم ہوئی ہے ان پندرہ صوبوں میں پندرہ افراد بھی قتل نہیں ہوئے۔ ڈکیتی، اغوا، چوری اور لوٹ مار کی وارداتیں ختم ہو چکی ہیں۔

راستے اور شاہراہیں محفوظ ہیں۔ کوئی شخص رات کے کسی لمحے سونا اچھالتا ہوا میلوں چلا جائے کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ میں ایک ذاتی واقعہ سناتا ہوں، کچھ دن قبل میرا گذر ضلع ارغندہ کے جنگلات سے ہوا جن میں کئی بستیاں بھی ہیں عشاء کے بعد کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ پانچ خواتین کسی مرد کے بغیر ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جا رہی ہیں۔ میں نے وہیں سجدہ کیا اور اللہ کے حضور شکرانہ کے نوافل پڑھے۔ تیز جانگر! میں اس جگہ کی بات کر رہا ہوں جہاں دن کے وقت بھی پچاس ساٹھ آدمی قافلہ بنا کر چلا کرتے تھے۔ جہاں اغوا، قتل ڈکیتی، زنا کاری، غنڈہ ٹیکس اور دہشت گردی کی وارداتیں معمولی بن گئی تھیں۔ جہاں نہ کوئی قانون تھا اور نہ ضابطہ۔ یہ اللہ کے قانون کی برکت ہے کہ ہماری پندرہ ولایتوں کی وادیاں، پہاڑیاں، جنگل، ویرانے، شہر گاؤں اور سڑکیں محفوظ ہیں۔ یہ ہمارا نہیں حدود اللہ کا کمال ہے۔ آج ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہمیں دعاؤں کی سوغات بھیجتی ہیں کہ تم نے ہماری نیندیں لوٹا دی ہیں۔ مغرب ہمارے خلاف پروپیگنڈہ کر رہا ہے مگر ہمیں کسی کی پرواہ نہیں۔ ہم نے انسانوں کی بستیوں کو بھیڑیوں اور درندوں سے نجات دلا دی ہے۔ کوئی شخص اسلحہ نہیں رکھ سکتا۔ شادی بیاہ ہو یا کسی کا استقبال یا کوئی اور تقریب، بندوق کی ایک گولی بھی فائر نہیں کی جا سکتی۔ تم لوگ آئے ہو تو ضرور ان بستیوں کو دیکھو۔ لوگوں سے ملو، وہ جو کچھ کہیں وہ اپنے وطن جا کر بتاؤ اپنے اخباروں میں لکھو"۔

مولانا محمد حسن کی گفتگو میں بلا کی روانی تھی اور ان کے ہر لفظ سے بھرپور اعتماد ٹپکتا تھا۔ امن و امان کی بحالی اور جرائم کی بیخ کنی بلاشبہ طالبان کی تحریک کا سب سے نمایاں پہلو ہے جس کی تصدیق ہر شخص کرتا ہے۔ مولانا سمیع الحق مجمع عشاق میں گھرے بیٹھے تھے کہ شوراء عالی کے رکن اور تحریک کے مرکزی رہنما مولوی احسان اللہ احسان آ گئے۔ مولانا سمیع الحق کے ہاتھوں کو بوسہ دینے اور معانقہ کرنے کے بعد وہ ہم سے ملے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔

گورنر قندھار ملا محمد حسن رحمانی کی عظمتیں

چند لمحوں بعد حاجی ملا محمد حسن رحمانی تشریف لے آئے۔ روشن چہرے اور دہکتی آنکھوں والا یہ مجاہد روسیوں کے خلاف لڑتے ہوئے اپنی ایک ٹانگ سے معذور ہو چکا ہے۔ ملا محمد حسن رحمانی ریسٹ ہاؤس میں داخل ہوئے تو ہمیں کسی سائرن کی آواز سنائی نہ دی۔ کوئی ہنگامہ بپا نہ ہوا، ہٹو بچو کی صدائیں نہ اٹھیں۔ سر پر سیاہ پگڑی اور کندھے پر سیاہ چادر ڈالے یہ چالیس بیالیس سال میں ہوتے ہیں۔ ہمارا گورنر تو ہر محفل میں سب سے اونچی، سب سے بنی سنوری کرسی پر بیٹھتا ہے اور اس کے انداز نگاہ سے نخوت اور بڑائی کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ ملا محمد حسن رحمانی تو گورنری کے ماتھے پر دھبہ ہے۔ میں دیر تک اپنے سامنے بیٹھے، والئی قندھار کو

دیکھتا رہا اور دیکھتے دیکھتے اس کا قد اونچا ہونے لگا۔ اونچا ہی اونچا۔ جاہ و جلال اور کروفر کے دینوی پیمانوں سے اتنا اونچا کہ میرے لئے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالنا مشکل ہو گیا۔ مجھے یوں لگا کہ ہمارے چاروں گورنر اوپر تلے کھڑے ہو کر بھی ملا محمد حسن رحمانی کی بائیں ٹانگ کے مصنوعی جوتے تک نہیں پہنچ پاتے۔ ہم گورنر سے ادھر ادھر کی متفرق باتیں کرنے لگے۔ گورنر نے ہمیں بتایا کہ "میں پہلے بیت المال کا ایک چھوٹا اہلکار تھا۔ پھر مجھے تعمیر نو کا شعبہ دیا گیا۔ کوئی ڈیڑھ ماہ قبل مولانا محمد حسن کی ترقی ہونے کے بعد شورائے عالی نے قندھار کا والی بنا دیا ہے میں اس ذمہ داری کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہوں۔ ہماری پہلی ترجیح امن و امان ہے تا کہ عوام سکون کی نیند سو سکیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ہم اس مقصد میں بڑے کامیاب رہے ہیں۔

مولانا سمیع الحق اور طالبان حکمرانوں کی گرویدگی

ہمارے پروٹوکول آفیسر مولانا یوسف شاہ گاڑی لے کر آ گئے۔ ریسٹ ہاؤس اسی طرح آباد اور پر رونق تھا۔ مولانا سمیع الحق بارات کا دولہا بنے مرکزی صوفے پر تشریف فرما تھے۔ اکوڑہ خٹک کے سرچشمۂ فیضان سے کسبِ فیض کرنے والے طالبان ان پر اپنی عقیدتیں نچھاور کر رہے تھے۔ قندھار کے گورنر ملا محمد حسن رحمانی، شورائے عالی کے سینئر رکن احسان اللہ احسان، رئیس امور خارجہ ملا محمد غوث اخوند، پانچ صوبوں کے نظم کے سربراہ مولانا محمد حسن، عدالتوں کے قاضی انتظامیہ کے ارکان، اور صف اول کے قائدین صبح ہی صبح مولانا کی بارگاہ میں حاضر ہو چکے تھے۔ ہم بھی مریدانِ ارادت کیش کی طرح ایک دیوار کے ساتھ لگے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ کمرے کے وسیع فرش پر قالین بچھے تھے جس پر مولانا کے وفد کے اراکین اور طالبان جلوہ گر تھے۔ اتنے میں اطلاع ہوئی کہ امیر المومنین تشریف لا رہے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں افغانستان کے دو تہائی رقبے پر محیط پندرہ صوبوں کے حاکم مطلق کا جاہ و جلال انگڑائی لینے لگا۔

درویش صفت پیدل معذور گورنر محمد حسن رحمانی

گاڑیاں گورنر صاحب کے سیکریٹریٹ سے سڑک پر آئیں تو ہم نے فٹ پاتھ پر ایک معذور شخص کو لاٹھی ٹیکتے آہستہ آہستہ چلتے دیکھا۔ اوئے یہ تو ملا محمد حسن رحمانی ہیں۔ قندھار کے گورنر' گاڑیاں رک گئیں اور وہ کسی ایک گاڑی میں بیٹھ گئے' میں نے ڈرائیور سے پوچھا۔ "گورنر صاحب پیدل کیوں چل رہے تھے" وہ بولا...... "ان کے پاس یہی ایک گاڑی ہے جو آج کل آپ کے زیر استعمال ہے" مجھے معروف ادیب شاعر اور ڈرامہ نگار اشفاق احمد کی یاد آئی جو تلقین شاہ کے روپ میں اپنے ملازم ہدایت اللہ سے ہمیشہ ایک بات کہتا ہے "ہدایت اللہ تم ترقی نہیں کر سکتے۔ تم باورچی کے باورچی ہی رہو گے" امانت' دیانت' شرافت اور

صداقت کا پیکر ہدایت اللہ نادم سا ہو کر کہتا ہے ''حضور آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' میں نے دل ہی دل میں درویش صفت' غریب وسادہ معصوم میزبانوں سے کہا۔

''افغان بھائیو! تم کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ تم مجاہد کے مجاہد ہی رہو گے'' مجھے یقین ہے کہ اگر میں یہ بات نہاں خانہ دل سے نکال کر ہونٹوں پر لے آتا تو میرے میزبان ہرگز ہدایت اللہ کی طرح نادم نہ ہوتے وہ سینہ تان کر کہتے ''ہم ایسی ترقی پر لعنت بھیجتے ہیں جو ہم سے مجاہد کا بانکپن چھین لے''۔ پھر مجھے اپنے صوبہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ سردار عارف نکئی کا خیال آیا جو بیسیوں گاڑیوں کا بیڑا ہوتے ہوئے آج کل اپنی BMW کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ لڑ رہے ہیں۔

ملا رحمانی اور عارف نکئی کا موازنہ

میں دیر تک ملا محمد حسن رحمانی اور سردار محمد عارف نکئی کا موازنہ کرتا رہا اور آخر کار یہ سوچ کر سر جھٹک دیا کہ کہاں تصوراتی آسائشوں سے آراستہ جدید ترین گاڑی میں جلوہ فگن شخص اور کہاں قندھار کی گرد آلودسہ پہر میں ادھڑی ہوئی فٹ پاتھ، پر اٹھی ٹیکتا مولوی۔ دونوں رئیسانِ ولایت سہی لیکن جاہ وجلال اور فقر وغنا کے معیارات اور پیمانے جدا جدا ہوتے ہیں۔ گاڑیاں واپس آرہی تھیں۔ میری نگاہیں احمد شاہ ابدالی کے مزار کے پرشکوہ نیلگوں گنبد کی طرف اٹھ گئیں۔ میں BMW اور قندھار کی ادھڑی ہوئی فٹ پاتھ کے آشوب سے نکل کر بہت دور سرزمین ہسپانیہ کی سمت جا نکلا اور میرے ذہن میں اردو کی سب سے عظیم نظم مسجد قرطبہ کے اشعار گونجنے لگے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب وکار آفریں، کارکشاؤ کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولاصفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز
نقطہ پرکار حق، مرد خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام، وہم و طلسم و مجاز

عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہ آفاق میں گرمیِ محفل ہے وہ

علامہ اقبال کے کلام کی شوکت وعظمت نے ایسا جادو جگایا کہ میں BMW کے لئے ہلکان ہوتی ہوئی وطن عزیز کی پست قامت قیادت کے تصور سے آزردہ ہوگیا اور مغرب کے کچھ دیر بعد قندھار کی رات کے اولین لمحوں میں یہ آزردگی گہرے دکھ میں بدل گئی۔ عصر کی نماز کے بعد طالبان ہمیں قندھار کے مضافات میں لے گئے۔ آبِ رواں اور انگوروں کے باغات کے دلکشا منظر نے سفر کی ساری تھکن اتار دی۔

قندھار کے مضافات کی شام ملا عمر امیر المومنین کی تنہا گاڑی چلاتے ہوئے اچانک آمد

مولانا سمیع الحق کی روایتی شگفتگی کھلی فضاؤں کی مشکبو ہواؤں نے دو چند کردی۔ اب کے ہم مولانا کی ہی گاڑی میں بیٹھے تھے خوش رنگ شعروں کے شگوفے پھوٹنے لگے۔اور پہاڑوں سے اترتی قندھار کی خوبصورت شام پازیب بجاتی پلک جھپکنے میں وادی کے بیچوں بیچ آ کھڑی ہوئی۔ کسی مجاہد نے اذان دی۔ دریائے ارغنداب کے نواح میں بہتے پانی کی ایک نہر سے سب نے وضو کیا' مولانا سمیع الحق کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ اندھیرا غالب ہورہا تھا اور وادی میں خنک شام بڑی بھلی لگ رہی تھی۔ مخالف سمت سے ہمیں دو تین گاڑیوں کی روشنیاں نظر آئیں جو کچی سڑک پر ہچکولے کھاتی آرہی تھیں۔ یہ علاقہ کسی قدر بے آباد اور ویران تھا۔ طالبان بھی چوکنے ہوگئے۔ گاڑیاں قریب آئیں اور رک گئیں۔ درمیان والی گاڑی کا دروازہ کھلا اور ڈرائیونگ سیٹ سے ایک سیاہ پوش نوجوان اترا۔ طالبان سراپا احترام ہوگئے۔ یہ ان کے امیر المومنین ملا محمد عمر اخوند تھے۔ پہلی اور تیسری گاڑی میں ان کے محافظین سوار تھے۔ ملا عمر اتر کر ہمارے پاس آئے، ملے، حال احوال پوچھا۔ اپنے کندھے سے چادر اتار کر زمین پر ڈالی اور بیٹھ گئے۔ مولانا سمیع الحق انکے پہلو میں تھے۔ سارا مجمع حلقہ بنا کر بیٹھ گیا۔ ملا محمد عمر نے دو چار منٹ رسمی گفتگو کی اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنی گاڑی خود ڈرائیو کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ ان کا معمول ہے۔ سرِ شام وہ اپنی اقامت گاہ سے نکلتے اور رات کا بیشتر حصہ مختلف بستیوں' شاہراہوں' پولیس چوکیوں اور عسکری مورچوں کے معائنے میں گزارتے ہیں' گراں خواب حکمرانوں کے اس عہد فسوں کار میں شب زندہ دار امیر المومنین کی یہ حکایت سب کے دلوں کو گرما گئی۔

جنرل مرزا اسلم بیگ*

سعودی عرب ایران تنازعہ

علاقائی سلامتی کے تقاضوں کی ترتیب نو

اس بات سے قطع نظر کہ سعودی عرب نے پاکستان کی جانب سے مصالحت کی کوششوں کو حقارت کی نظر سے ٹھکرا دیا ہے ایران اور سعودی عرب کے مابین کشیدگی کو ختم کرنے کے حوالے سے پاکستان نے انتہائی اہم اقدامات اٹھائے ہیں کیونکہ پاکستان بذات خود ''فرقوں کے مابین ہم آہنگی کا عمدہ نمونہ ہے۔'' ملک دشمن قوتیں شیعہ سنی فسادات بپا کرانے کی سازشوں اور دہشت گردوں کے بزدلانہ حملوں کے باوجود ہماری قومی یکجہتی کو توڑنے میں ناکام رہی ہیں۔ پاکستان میں کسی بھی فرقے کیساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا بلکہ کوئی بھی قابل اور اہل پاکستانی چاہے کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتا ہوا پنی اہلیت اور قابلیت کی بنا پر ملک کے بلند ترین عہدے پر پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ہمیں امید ہے کہ پاکستان جو بھی اقدامات کرے گا اسکی مخلصانہ کوششوں اور جذبہ خیر سگالی کو ضرور پذیرائی ملے گی۔ سعودی عرب کو اس بات کا احساس ہونا چاہیئے کہ خطے کے بدلتے ہوئے جغرافیائی و سیاسی ماحول نے فرقہ وارانہ جھگڑوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس تبدیلی پر نظر رکھی ہوئی ہے جو اُمڈ آئی ہے اور جس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کیلئے ہم سب نے اپنے آپکو تیار کرنا ہے۔

سعودی عرب

خطے میں طاقت کی تقسیم و انتشار نے سلامتی کے حوالے سے شدید تحفظات پیدا کئے ہیں۔ عرب انقلاب نے تبدیلی کی نئی امیدیں دیں؛ ترکی اور مصر خطے کی نئی طاقتوں کی حیثیت سے ابھری ہیں؛ یمن کی ناکام جنگ؛ تیل کا تنازعہ اور ایران پر سے پابندیوں کے اٹھنے سے سعودی عرب کی اقتصادیات اور امریکہ کے ساتھ اس کے تعلقات پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود ''سعودی عرب خطے کے اقتصادی ڈھانچے کے توازن کو قائم رکھنے کے حوالے سے ناگزیر حیثیت کا حامل ہے۔'' سعودی عرب کیلئے ایران کا عراق، بحرین یمن میں حوثیوں اور سعودی عرب کے اسی فیصد تک تیل پیدا کرنے والے مشرقی

* سابق چیف آف آرمی سٹاف پاکستان، Email: friendsfoundation@live.co.uk

صوبوں تک پھیلتا ہوا ایران کا اثر ورسوخ بڑی تشویش کا باعث ہے۔اندرونی طور پر وہابی انتہا پسندوں کا دباؤ بڑھتا جارہا ہےجو عراقی اور شامی گروپوں کے اشتراک سے داعش کا ایک بڑا گروپ ہے۔یہی وجہ ہے کہ سعودی حکومت کو خطرہ محسوس ہو رہا ہے جس سے بچاو کیلئے 34 ملکی اتحاد کا منصوبہ بنایا ہے تا کہ سنی مسلک کے حامیوں کی مدد سے حکومت کو تحفظ فراہم کیا جاسکے۔حالانکہ یہ خوف بلاوجہ ہے کیونکہ تمام تر اختلافات کے باوجود دونوں اسلامی ریاستوں میں موجود مشترکہ اسلامی اقدار انہیں صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ پرامن رکھے ہوئے ہیں اور انشا اللہ وہ آئندہ بھی پرامن رہیں گے۔

ایران

عالمی طاقتوں کے ساتھ ایٹمی معاہدے کے بعد معاشی پابندیوں سے آزادی اور سینکڑوں بلین ڈالر مالیت کے سرمایے واثاثوں کی واپسی سے ایران مشرق وسطی میں طاقت ور ملک بن کر ابھرا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایران اور امریکہ کے مابین تعلقات بڑھ رہے ہیں۔”ایران اقتصادی وسیاسی دونوں لحاظ سے اہمیت اختیار کرتا جارہا ہےکیونکہ ایران ایک ایسا ملک ہے جو خطے کی اہم طاقت کی حیثیت اختیار کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اپنی صلاحیتوں کی بنا پر ترکی جیسی عالمی منڈی بن سکتا ہے۔“ تاہم ایران کیلئے ضروری ہے کہ تعمیری کردار سے اپنے آپ کو مشرق وسطی کے ممالک کیلئے قابل قبول بنائے اور معاشی پابندیوں کے تین عشروں کے اختتام پر حاصل ہونے والے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کیلئے جارحانہ رویہ ترک کرکے مثبت پالیسی اپنائے۔ایران کو اب اس صورت حال کا بھی سامنا ہے کہ اسکی اقتصادیات جب بین الاقوامی منڈی کے ساتھ جڑیں گی تو وہ اسے کہاں تک آزادی دے سکے گا۔حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ایران کو امن و سلامتی کے فروغ کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ سعودی عرب کو اور یہی حقیقت دونوں ممالک سے متقاضی ہے کہ ”علاقائی سلامتی کے ڈھانچے کی تشکیل کی خاطر باہمی تعاون و ہم آہنگی سے مل کر کام کرنا اب لازم ہے۔“

ایران نے چین کے ساتھ مضبوط تعلقات قائم کر لئے ہیں کیونکہ چین کی خاصیت ہے کہ وہ کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔اس کا مقصد ہر ملک کو اقتصادی فوائد کے ثمرات سےبہرہ مند کرنا ہے۔پاکستان اور چین کے تعلقات اس حوالے سے اپنی مثال آپ ہیں۔ چین کے صدر کے دونوں ممالک کے حالیہ دورے کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے اور موجودہ کشیدگی کو ختم کرنے کی نئی راہیں کھلیں گی۔چینی صدر نے ایران کے ساتھ طویل المعیاد تذویراتی تعلقات کے قیام کیلئے سترہ معاہدوں پر دستخط کرکے واشنگٹن اور دوسرے ممالک کو حیرت میں ڈال دیا ہے کیونکہ ان معاہدوں کی تکمیل سے ایک

دہائی کی مدت کے دوران دونوں ممالک کے مابین تجارت کا حجم پچاس بلین ڈالر سے بڑھ کر چھ سو بلین ڈالر کی سطح تک پہنچ جائیں گے۔ہمیں اس کی اہمیت کا اندازہ تب ہوگا جب ہم اس کا موازنہ پینتالیس بلین (45 bn)ڈالر لاگت کے پاکستان چین اقتصادی راہداری کے منصوبے سے کریں گے جسے ہمارے دانشمند وزیر احسن اقبال نے شروع ہونے سے پہلے ہی متنازع بنا دیا ہے۔

قیام امن کے امکانات

قیام امن کی راہیں تلاش کرتے وقت افراتفری اور انتشار کی اصل وجوہات پر غور کرنا ضروری ہے جس نے پورے خطے کو عدم استحکام سے دوچار کرر کھا ہے۔کسی معاشرے میں بدنظمی اور انتشار اس وقت پھیلتا ہے جب اس معاشرے سے آئین وقانون کی حکمرانی اٹھ جاتی ہے اور عدل وانصاف سے محرومی اس کا مقدر بن جاتی ہے اور پھر نتیجے میں پورا معاشرتی نظام مفلوج ہوجاتا ہے۔تین دہائیوں کے مختصر عرصے میں عالمی طاقتوں نے مسلم ممالک کو بربریت کا نشانہ بنایا ہے جس سے ان کا معاشرتی وسیاسی نظام تباہ ہوکر رہ گیا ہے۔ان منفی اثرات کی وجہ سے ظلم وبربریت کے خلاف انتقامی ذہنیت پروان چڑھی ہے۔مثلاً آئین و قانون کی حکمرانی سے انحراف برتتے ہوئے افغانستان وعراق میں فاتح قوتوں سے ناانصافی کی گئی۔معاملے میں اس وقت مزید شدت آئی جب حکومتوں کی تشکیل میں اکثریت کو ان کے حق سے بھی محروم کردیا گیا۔یہ ناانصافی انتہاپسندی کی صورت اختیار کرگیا جو اجتماعی انتقامی ذہنیت ابھارنے کا سبب بنی ہے جوداعش کے نام سے موسوم ہے جس کا دائرہ کار عراق شام اور سعودی عرب تک ہے اور اس کے حامی دنیا کے اسی (80) ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔داعش کے خلاف اقوام عالم میں کمزوری اور بے بسی کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ان کا خیال ہے کہ اس خطرے کا سدباب اداروں کی تشکیل نو، سیاسی جماعتوں اور سیاسی حکومتوں کی بہتر کارکردگی جیسے اقدامات سے کیا جاسکتا ہے جبکہ اس نظریے کو قابل عمل بنانے کیلئے تباہ وبرباد کردینے کی دھمکیوں کی بجائے سیاسی تدبر کی ضرورت ہے۔ہم امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے بھلائی کی توقعات کیسے رکھ سکتے ہیں جبکہ وہ جنگ جیتے بغیر اور امن قائم کئے بغیر اپنے اپنے ٹھکانوں کی جانب پسپا ہوچکے ہیں اور اتنی ذلت وناکامی کے باوجود اپنے آپ کو فاتح اور عالمی طاقتیں سمجھتے ہیں۔

حرف آخر

اختلافات کی بنیادی وجہ تیل ہے جو جنگ کی نئی قسم ہے جس میں تیل بطور ہتھیار استعمال کیا جائیگا۔تیل تو اللہ کی خصوصی رحمت سے ایک تحفہ ہے جسے انسان زحمت بنانے کے درپے ہے۔اوپیک (OPEC) میں تیل کی عالمی منڈی اور اس کے دائرہ اختیار سے باہر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے جنگ ایک نئے مرحلے میں داخل ہورہی ہے۔جس نے تیل کی عالمی منڈی میں لرزہ طاری کردیا ہے (صفحہ نمبر ۵۳ پر

(قسط ۴۴) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۷۴ء۷۳ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب' اہل محلّہ و گردو پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ'تحقیقی عبارت' علمی لطیفہ'مطلب خیز شعر' ادبی نکتہ'اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

حضرت شیخ الحدیث کا سفر تبلیغی مرکز رائے ونڈ

۴تا۶ستمبر ۱۹۷۳ء: گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ضعف وعلالت کئی مشاغل اور موانع کے باوجود تبلیغی جماعت کے اکابر کے اصرار پر حضرت والد شیخ الحدیث مدظلہ ۴ستمبر کو تبلیغی مرکز رائے ونڈ تشریف لے گئے اور مرکز میں قائم مدرسہ عربیہ کے امتحانات اور معائنہ میں حصہ لیا اس دوران مدرسہ کے طلباء سے ''مسلمانوں کی تین ذمہ داریاں تعلیم تبلیغ اور جہاد'' کے موضوع پر مختصر خطاب فرمایا ۶ ستمبر کو واپسی ہوئی احقر اور قاری سعید الرحمان صاحب اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہے۔

مولانا صفۃ الرحیم دیروی شریک دورہ حدیث کی شہادت

۷ستمبر ۷۳ء: امتحانات کے ایام میں ۹ شعبان کو ایک المناک حادثہ پیش آیا دورۂ حدیث کے نہائت ذہین قابل اور ہونہار طالبعلم مولانا صفۃ الرحیم صاحب دیروی پہلے پرچے سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم

کے قریب سے گذرنے والی پٹری پر اچانک ٹرین کی زد میں آکر شہید ہوگئے ،اس یکا یک حادثہ سے پورے دارالعلوم اساتذہ اور طلبہ کو شدید صدمہ ہوا مرحوم جو تحصیل علم سے فارغ ہوچکے تھے اور اپنے حلقہ کے لوگ ان کے علمی فیض کے لئے چشم براہ تھے کہ یکا یک ان کی لاش ان تک پہنچی لاش پہنچانے کا انتظام دارالعلوم نے کیا شہید طالب علم کا اپنے جماعت کے ممتاز طلبہ میں شمار ہوتا تھا حق تعالیٰ مرحوم کو شہداء کے اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔

محبوب العلماء والمساکین مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندیؒ کی وفات

۹ر ستمبر ۷۳ء: حضرت شیخ طریقت مولانا عبدالمالک صدیقی نقشبندیؒ آف خانیوال کے سانحہ ارتحال کی اطلاع دارالعلوم میں شدید رنج وغم سے سنی گئی ،آپ کی ساری زندگی اسلام کی بے لوث خدمت میں بسر ہوئی ،ان کی شخصیت دیگر اکابر کی طرح شریعت کی جامع تھی ،کمال اتباع سنت جو سلسلہ نقشبندیہ کا وصف خاص ہے، ہر ہر قدم پر ملحوظ رہا ،سنت کی مخالفت کسی طور ضبط نہ کرسکتے ،نہ کبھی مداہنت یا مصلحت بینی کے روادار تھے، بلا خوف لومتہ لائم ٹوکتے ۔حضرت مرحوم کا دارالعلوم سے قدیم دیرینہ تعلق رہا ہر سال دو ایک دن یہاں قیام فرماتے کئی ممتاز اساتذہ اور بے شمار طلبہ آپ سے بیعت ہوئے اور کئی اساتذہ دارالعلوم کو آپ نے خلعت خلافت سے نوازا ،دارالعلوم میں حضرت مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعاؤں کا اہتمام کیا گیا۔

دارالعلوم کے سالانہ امتحانات

۱۲ر ستمبر ۱۹۷۳ء: ۲۵ر رجب کو دارالعلوم کے تحریری وتقریری امتحانات شروع ہوئے تھے جو ۱۴ر شعبان تک جاری رہے دورۂ حدیث کے علاوہ امتحانات کی اساتذہ دارالعلوم نے نگرانی کی شعبہ تجوید کے امتحانات مولانا قاری سعید الرحمان اور قاری محمد یعقوب صاحب جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی نے لئے دورہ حدیث کے امتحان حسب سابق وفاق المدارس العربیہ کی نگرانی میں ہوئے نگران امتحانات کے فرائض مولانا قاری محمد امین صاحب راولپنڈی نے انجام دیئے مولانا غلام حیدر صاحب خطیب بلال مسجد اسلام آباد اور مولانا غلام حیدر مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد نے نگرانی میں ان کا ہاتھ بٹھایا دورۂ حدیث کے امتحانات میں ۱۴۲ اطلباء نے شرکت کی۔

صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم سے انکی خواہش پر وہاں اسلامی قانون سازی ونفاذ کے سلسلہ میں ملاقات

۱۸ ستمبر ۷۳ء: آزاد کشمیر میں اسلامی قانون سازی اور قوانین کے نفاذ نیز قدیم وجدید نصاب پر

جامع ایک اسلامی یونیورسٹی کے قیام کے سلسلہ میں صدر آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان کی دعوت پر حضرت شیخ الحدیث والد ماجد نے پونچھ ہاوس راولپنڈی میں ان سے طویل ملاقات کی اس مجلس کے دوسرے شرکاء حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ کراچی حضرت مفتی محمود صاحب تھے مذکورہ امور کے مختلف پہلوؤں پر ہر سہ حضرات نے صدر آزاد کشمیر سے سیر حاصل گفتگو کی اور علم وفکر کے بہت سے گوشے سامنے آئے اس مجلس کی علمی گفتگو کو احقر نے قلمبند بھی کیا۔

سعودی روزنامہ المدینہ میں دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں تاثرات

نومبر۱۹۷۳ء: گزشتہ دنوں سعودی عرب کے معروف اخبار "المدینہ المنورہ" میں شیخ احمد محمود مدنی نے دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں اپنے تاثرات قلمبند کئے جو کہ یوں تھے:

آج ہمارا اولین پروگرام تھا کہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی زیارت کریں یہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ درحقیقت اس عظیم علمی شجر "دارالعلوم دیوبند" کی ایک بہت بڑی شاخ ہے جو ہندوستان میں قائم کیا گیا تھا جو علوم اسلامیہ کے متبحر فضلاء کا مصدر ہے تقسیم ہند کے بعد جب پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو ان پیشرؤوں نے (جن کے سرخیل حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث تھے) دارالعلوم دیوبند کی نہج پر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو نوخیز پاکستان میں اسلامی تعلیمات کی نشرواشاعت اور دعوت وتبلیغ کیلئے علماء مہیا کرے اور اب تک اس علمی ادارہ سے دو ہزار فضلاء سندِ فراغت حاصل کر چکے ہیں جو یورپ وامریکہ افریقہ اور پاکستان کے اطراف واکناف میں اسلام کی نشرواشاعت کے سلسلہ میں تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس مدرسہ میں حالاً ایک ہزار طلبہ زیر تعلیم ہیں جن میں چھ سالہ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک حصول علم میں مصروف ہیں

جامعہ حقانیہ میں مفت تعلیم

یہ مدرسہ تمام بیرونی طلبہ کے معاشی ضروریات علاج ادویہ، رہائش، طعام اور دیگر اخراجات کا متکفل ہے، جملہ طلبہ کو درسی کتابیں دارالعلوم کی طرف سے دی جاتی ہیں اور یہ طلبہ سرحدات چین، روس، ایران، افغانستان، تھائی لینڈ اور پاکستان کے قرب وجوار اور دور دراز سے اس مدرسہ بلکہ علمی یونیورسٹی کو حاضر ہوتے ہیں۔

تدریس کے تین مراحل

دارالعلوم میں درس وتدریس کے تین مراحل ہیں‘ ہر مرحلہ میں تین سال گزرنے سے طالب علم کو مجموعی طور پر حصول علم میں نو سال صرف کرنے پڑتے ہیں اوقاتِ تعلیم صبح وشام سات گھنٹے ہیں، دارالعلوم کو

کتابوں کی کمی کی شکایت شدت کے ساتھ محسوس ہورہی ہے خاص کر وہ کتابیں جو لغت عربی میں مدد دے سکیں اور مجھے مولانا ''شیر علی شاہ'' مدرس دارالعلوم حقانیہ نے یہ بھی تذکرہ کیا کہ مدرسہ دارالعلوم حقانیہ قواعد لغت نحو' صرف' بلاغت پر مشتمل کتابوں کی اعانت کے سلسلہ میں عرب ممالک کی توجہ کا متمنی ہے تاکہ طلبہ علوم دینیہ دور حاضر کے مطابق عربی تقریر وتحریر پر عبور حاصل کرسکیں۔

حقانیہ کے اخراجات

بفضلہ تعالیٰ دارالعلوم حقانیہ کے جملہ اخراجات مسلمان قوم کے تبرعات واعانت سے پورے ہوتے رہتے ہیں بانیین دارالعلوم کی یہی کوشش ہے کہ دارالعلوم اسلامی علوم کی اشاعت وترویج میں آزاد اور خودمختار ہو اور یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم حکومت کی اعانت کو محبوب نہیں سمجھتا پاکستان اور دیگر ممالک اسلامیہ میں رہنے والے مسلمان اس ادارہ کی اعانت فرماتے رہے ہیں اور دارالعلوم کے عزائم میں سے ہے کہ موجودہ عصری علوم کو بھی دارالعلوم میں داخل کردیا جائے جبکہ مناسب مالی قوت میسر ہوجائے جس سے تمام ضروری شعبے بروئے کار لاسکیں۔

مفتی محمودؒ کی تجویز: پاکستان کی رسمی زبان عربی ہو اس کے دو اسباب

اسی طرح فن طب کی تعلیم وتدریس کا بھی دارالعلوم ارادہ رکھتا ہے دارالعلوم حقانیہ میں ہمیں یہ معلوم ہوا کہ صوبہ سرحد کے وزیراعلیٰ مفتی محمود صاحب نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ پاکستان کی رسمی زبان عربی ہوجائے اور مفتی صاحب نے اس کیلئے دو اسباب بیان کئے ہیں ایک داخلی اور ایک خارجی داخلی سبب تو یہ ہے کہ پاکستان چار مختلف صوبوں میں منقسم ہے جو مختلف زبانیں بول رہے ہیں' صوبہ سرحد میں پشتو' بلوچستان میں بلوچی' سندھ میں سندھی اور پنجاب میں پنجابی بولی جاتی ہے' پس پاکستان کی مختلف بولیاں بولنے والی قوم کو متحد کرنے کے لئے لغت عربی کو رسمی زبان قرار دیا جائے انگریزی زبان کو پاکستان سے نکال کر اس کی جگہ عربی زبان کو دینا چاہیے جو تمام خصوصیات ومزایا کی حامل ہے داخلی سبب یہ ہے کہ عربی لغت اسلام کی لغت ہے قرآن پاک اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کی زبان ہے اور ہمارے عرب بھائیوں کی زبان ہے اور یہ لغت درحقیقت باہمی اتحاد کا ذریعہ اور ممالک اسلامیہ کے تعاون کا سبب وحید ہے۔

پرتپاک استقبال نے ورطہ حیرت میں ڈالا

ایک اہم چیز جس نے ہمارے دلوں میں رعب برپا کیا جبکہ ہم دارالعلوم حقانیہ کو جی ٹی روڈ سے اترنے والے تھے' ہم نے راستہ کے دونوں جانب طلبہ کے عظیم ہجوم کو قطاروں کی شکل میں دیکھا جو اپنے ہاتھوں میں گلاب اور دیگر قسم کے پھول اٹھائے ہوئے تھے اور کتبوں پر اھلاً وسھلاً کے کلمات درج تھے سب

سے پہلے میرے ذہن میں جو خیال گذرا وہ یہ تھا کہ شاید یہاں صوبے کے بڑے وزراء آئیں گے' اس لئے انہوں نے ترحیب وخوش آمدید کا یہ انتظام کیا ہے لیکن جب ہماری کار کھڑی ہوئی تو ہم نے عجیب منظر دیکھا' طلبہ کی طویل قطاریں لمبے راستے کے دونوں طرف کھڑی تھیں' جو سڑک سے دارالعلوم تک پھیلی ہوئی تھیں' تکبیر اور تہلیل کے نعرے ایک ہی آواز میں گونج رہے تھے۔ ''اسلامی اتحاد کا علمبردار شاہ فیصل زندہ باد اھلاً وسھلاً مہمان حرم خوش آمدید میں اپنے دوست راشد فہد الراشد کو ڈھونڈ رہا تھا جو میرے ساتھ گاڑی میں سردی کو محسوس کر رہا تھا اور وہ کسی گرم مکان میں گرمی حاصل کرنے کا متلاشی تھا میں نے بعد از تلاش اسے دیکھا کہ وہ نرم وگرم رفتار میں خراماں تھا اور طلبہ اساتذہ کے ترحیبی نعروں نے اس سے سردی کو اڑا دیا تھا اور اس اعزاز وتواضع کے سامنے سردی کا حجاب پھٹنا لازمی تھا۔

حیرت وتعجب ہے اس فرق عظیم پر کہ ادھر ہم اپنے شہروں میں ان مہمانوں کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال میں شریک ہوتے تھے اور یہ بات ہماری عقول سے بہت دور تھی کہ ہمارا بھی ان مہمانوں کی طرح استقبال کیا جائے گا مروت وشجاعت کا یہ استقبال جو صرف زعماء رؤسا کے لئے منعقد ہوتا ہے کونسی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر ان بزرگوں نے ہمارا گرمجوشی سے استقبال کیا' جن کے ہم باعتبار عمر کے اگر نواسے نہیں تو بیٹے تو ضرور ہیں۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا عربی میں خطاب

میرے سامنے صرف یہی توجیہ تھی کہ احترام واکرام کے مناظر صرف اور صرف رمز واشارہ ہیں کہ ہم جزیرہ عرب سے آئے ہوئے ہیں جہاں اسلام کی روشنی دنیا کے گوشوں میں پھیلی ہے شیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ نے استقبالی جلسہ میں خطاب کیا جس کے کلمات اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں ہم ان شخصیات کی اولاد کے فرائض مہمان نوازی کی ادائیگی میں قاصر ہیں' جنہوں نے ہم پر اسلام جیسی عظیم نعمت کو پیش کیا اور تمام عجم میں دین اسلامی کی تعلیم دی فضل رحمٰن' مولانا مفتی محمود صاحب' وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد کے فرزند ارجمند نے جو دارالعلوم حقانیہ میں زیر تعلیم ہیں' قرآن مجید کی چند آیات سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصفت:۱۔۳)

خوش آوازی اور دلکش قرات کے ساتھ تلاوت کیں جن کی حلاوت تمام وفد کے کانوں میں اب تک محسوس ہو رہی ہے، ہم پوری قوت سکوت اور خشوع کے ساتھ آیات بینات کو سن رہے تھے اور وہ ہمارے کانوں میں حلاوت وبشاشت مہیا کر رہی تھی اس دارالعلوم کی زیارت نے ہماری نگاہوں میں دیگر مشاہد وتاریخی آثار کی

زیارت کی قدر و قیمت کو گھٹا دیا۔ (تاثرات: احمد محمود مدنی مترجم مولانا شیر علی شاہ، مدرس دارالعلوم حقانیہ، روزنامہ المدینۃ المنورہ پیر ۲۸ ر صفر ۱۳۹۳ھ)

عرب اسرائیل جنگ میں والد ماجد کے پیغامات ہمدردی اور عرب سفراء کے جوابات:

نومبر، دسمبر ۱۹۷۳ء: حالیہ عرب اسرائیل جنگ نہ صرف عرب ممالک بلکہ عالم اسلام کی طرح دارالعلوم حقانیہ کیلئے بھی بحیثیت ایک علمی و دینی مرکز کے نہایت اہمیت کا حامل رہا دارالعلوم میں عربوں کی مکمل فتح کی دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا، والد ماجد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ایک اخباری بیان میں اس معرکہ کو اسلام اور کفر کا جہاد قرار دیتے ہوئے تمام مسلمانوں بالخصوص پاکستان کی حکومت سے مطالبہ کیا کہ تمام ممکنہ وسائل سے اس جنگ میں عربوں کی مدد کی جائے۔ اس ضمن میں آپ نے مصر، شام، عراق، سعودی عرب، اردن، کویت اور مراکش کے سفراء کرام مقیم اسلام آباد کے نام ہمدردی کا ایک مفصل ٹیلیگرام بھیجا جس میں فتح ونصرت خداوندی کی دعائیں اور مکمل تعاون کی پیش کش کی گئی تھی عرب ممالک کے محترم سفراء نے جواباً نہ صرف شکریہ کے ٹیلیگرام بھیجے بلکہ اپنے اپنے خطوط میں بھی پوری قوم کیلئے جذبات تشکر کا اظہار کیا، ایسے خطوط کے بعض حصوں کا ترجمہ پیش کررہے ہیں تاکہ پاکستانی بھائیوں کو بھی عربوں کے احساسات معلوم ہوسکیں۔

سفیر مصر جناب علی خشبہ

آپ کی ٹیلیگرام کا بہت بہت شکریہ میں آپ کے جذبات عالمگیر احساسات اور ہمدردی کو بنظر استحسان دیکھتا ہوں جو عرب بھائیوں کیلئے آپ کے دل میں موجزن ہیں، اسرائیل کا ظلم وعدوان صرف عرب ملکوں کے لئے نہیں بلکہ جملہ عالم اسلام کے لئے ہے ہمیں یقین ہے کہ سچائی غالب آئے گی خدا کے فضل اور آپ پاکستانی بھائیوں کی دعا اور امداد سے ہم اپنے مشترکہ دشمن کے خلاف فتح حاصل کریں گے۔

سفیر شام جناب عبدالعزیز علیونی

آپ کے مشفقانہ جذبات اور امداد کا مجھ پر گہرا اثر ہوا ہے جو آپ نے ہمارے مشترکہ دشمن اسرائیل کے خلاف ہماری جدوجہد میں فرمائی ہے درحقیقت آپ کی دعا اور پاکستان سمیت تمام عالم اسلام کی فیاضانہ امداد کی بدولت ہمارے اقدار کو اسرائیل کے خلاف جہاد میں تقویت ملی۔ میں یقین کرتا ہوں کہ آپ کی مخلصانہ ہمدردی ہمارے دلوں کی گہرائی میں اتر کر عالمگیر رشتہ اخوت کو مزید مستحکم کرنے کا باعث بنے گی اور آئندہ ہمارے دونوں ملکوں کا رشتہ اتحاد اور ربط اور زیادہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہوگا خدا آپ اور آپ کے خاندان پر رحمتوں کا نزول فرماوے۔

محترم سفیر عراق

مجھے یقین ہے کہ آپ لوگوں کی اخلاقی اور مادی امداد عربوں کے ارادوں کی مضبوطی کا باعث ہوگی تا کہ وہ انصاف اور اپنے جائز حقوق حاصل کرنے میں جدوجہد جاری رکھ سکیں اور مقبوضہ علاقوں کی آزادی اور مکمل فتح میں کامیاب ہوجائیں۔

محترم سفیر اردن

جناب کی مہربانی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عربوں کی کامیابی کے لئے دعا کریں جبکہ وہ ناانصافی اور ظلم کے خلاف جنگ میں برسرپیکار ہیں۔

جناب سفیر مراکش

سفارتخانہ مراکش عربوں کے اتحاد اور اسرائیل کے خلاف ان کی مقدس جنگ میں ہمدردی پر آپ کا بے حد مشکور ہے۔ مراکش کے علماء کو بھی جناب کا پیغام پہنچادیا جائے گا سعودی عرب اور کویت نے بھی جوابی تاروں میں پاکستانیوں سے دعا اور ہر طرح کے تعاون کی اپیل کی۔

مجلس شوریٰ کا سالانہ بجٹ اجلاس

دسمبر ۱۹۷۳ء: دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس دارالحدیث ہال میں مولانا الحاج میاں مسرت شاہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں ملک کے دور دراز سے دارالعلوم کے ارکان شوریٰ نے شرکت کی اور دارالعلوم کے نئے بجٹ کی منظوری کے علاوہ مختلف ترقیاتی تجاویز اور منصوبوں پر غور کیا گیا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے سال گذشتہ کے مختلف شعبوں کی کارگذاری پیش کرتے ہوئے کہا کہ مختلف تعلیمی اور تنظیمی شعبوں پر پچھلے سال دو لاکھ گیارہ ہزار سات سو انہتر روپے پچیس پیسے خرچ ہوئے جبکہ آمدنی دو لاکھ اکتالیس ہزار تین سو چون روپے ہوئی۔ سال رواں کے لئے آپ نے دو لاکھ ساٹھ ہزار تین سو اٹھہتر روپے (میزانیہ) پیش کیا جسکی ارکان نے غور وخوض کرنے کے بعد منظوری دی بجٹ کی رو سے تقریباً بیس ہزار روپے کا خسارہ ہے مگر توکلاً علی اللہ متوقع آمدنی کے پیش نظر اسکی منظوری دیدی گئی، والد ماجد مدظلہ نے اپنی مبسوط تقریر میں علوم دینیہ اور مدارس کی اہمیت پر زور دیا نیز مشرق وسطیٰ کی حالیہ جنگ میں عربوں کی مکمل فتح کی دعا کی گئی اور عرب مسلمانوں کو ممکنہ تعاون کی پیشکش کی گئی مجلس شوریٰ کے اساتذہ عملہ اور شعبہ تعلیم القرآن کے عملہ کی تنخواہ میں اضافہ کی بھی منظوری دی۔

ممتاز قانون دان جناب اے کے بروہی کی والد ماجد سے علمی مجلس اور طلبا سے خطاب

۲۸ اپریل ۱۹۷۴ء: ملک کے ممتاز اور مایہ ناز قانون دان جناب اے کے بروہی صاحب دارالعلوم حقانیہ

تشریف لائے مقصد تشریف آوری حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی ملاقات تھی نہایت مخلصانہ جذبات عقیدت کے ساتھ آپ کئی گھنٹے دارالعلوم میں رہے حضرت مدظلہ سے دینی وعلمی مجلسیں رہیں دارالعلوم کے کئی شعبوں کا معائنہ بھی کیا طلبہ نے اس موقعہ پر بروہی صاحب سے تقاضا کیا کہ وہ اپنے ارشادات سے انہیں محظوظ فرمائیں جنانچہ محترم بروہی صاحب نے عالمانہ اور عارفانہ تقریر میں وقت کے اہم مسائل پر سیر حاصل روشنی ڈالی حضرت شیخ الحدیث نے اس تقریب میں جناب بروہی صاحب کے علم وفضل قانونی مہارت کے ساتھ ساتھ اسلامی جذبات اور اسلام کی ترجمانی کے مساعی کو سراہا اور بروہی صاحب سے فرمایا کہ آپ جیسے جدید تعلیم یافتہ حضرات اگر اسلامی قانون کی قدر وقیمت کو غیروں کے سامنے نمایاں کرتے رہیں گے تو علماء سے زیادہ اچھے نتائج سامنے آسکیں گے آپ لوگ اسلام کی حقانیت ثابت کرکے اتمام حجت کرسکتے ہیں اور میری دعا ہے کہ آپ اس جذبہ ای جرأت اور صراحت کیساتھ اسلام کی ترجمانی کرتے رہیں ۔(ان کا خطاب خطبات مشاہیر میں شامل ہے)

مولانا شمس الدین کی شہادت اور مولانا مدظلہ کا خراج تحسین

اپریل ۱۹۷۴ء: مولانا شمس الدین ظالمانہ قتل پر کل جماعتی مذمتی جلسہ نوشہرہ کے اقبال پارک میں منعقد ہوا، جس میں صدارتی خطاب کے دوران والد ماجد شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا کہ مولانا شمس الدین کے خونِ شہادت نے گلستان محمدی میں شادابی آئے گی اوران کی روح وہی پکار رہی ہوگی جو کہ صحابی رسول حضرت خبیبؓ پکار رہے تھے......

ولست ابالی حین اقتل مسلما　　　　بایة شق کان فی الله

ایسے نوجوان مجاہد عالم اور مجسمہ جرأت سے ہمارا محروم ہونا باعث صد افسوس ہے، اس ظلم کے خلاف اگر ہم آواز نہیں اٹھائیں گے تو پھر سارے ملک میں تباہی وخطرہ ہے۔ہم حکومت سے کہتے ہیں کہ یہ معاملہ تساہل کا نہیں ہے اس میں دین کا پہلو بھی ہے اگر تساھل ہوا تو یہ حکومت کے حق میں مناسب نہیں ہوگا۔

ہمارے نام پر وارنٹ گرفتاری جاری

اس خطاب پر مقامی پولیس نے صوبائی حکومت کے ایماء پر والد ماجد اور میرے خلاف مقدمہ درج کرکے وارنٹ گرفتاری جاری کیئے۔

مجلس شوریٰ کا سالانہ اجلاس

نومبر ۱۹۷۴ء: دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کا سالانہ بجٹ اجلاس داالحدیث ہال میں منعقد ہوا

جس میں ملک کے مختلف حصوں سے ارکان نے شرکت کی اجلاس کی صدارت الحاج شیر افضل خان صاحب بدرشی نے فرمائی مولانا قاری محمد امین صاحب اور مولانا قاری سعید الرحمان راولپنڈی نے آغاز میں کلام پاک کی تلاوت کی اس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ مہتمم دارالعلوم حقانیہ نے نئے سال کے بجٹ کی تشریح اور منظور شدہ بجٹ کی کمی بیشی کے اسباب اور سال رواں کے لئے تخمینی میزانیہ پر مشتمل ایک طویل رپورٹ پیش فرمائی اور دارالعلوم کے مختلف تعلیمی انتظامی اور تعمیری شعبوں کی کارکردگی پر بھی روشنی ڈالی۔

شیخ الحدیث کے خطاب کے بعض اقتباسات

رپورٹ کے بعض اقتباسات یہ ہیں انہوں نے فرمایا کہ عالم اسلام کی بالعموم اور پاکستان کی بالخصوص دینی سماجی اخلاقی اور تعلیمی ضعف واضمحلال کی بناء پر اسلامی علوم کی نشرواشاعت اور اسلامی اقدار وروایات کے احیاء کے مساعی بے حد اہمیت اختیار کر چکے ہیں مدارس عربیہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ نے کہا کہ:

مدارس عربیہ کی اہمیت

تاریخ اسلام اور برصغیر کے نازک ادوار میں فتنوں کے باوجود اسلام کا اپنی شان بان سے قائم رہنا اور کتاب وسنت اور علوم شریعت کا اپنی مشکل میں محفوظ رہنا محض خداوند قدوس کے فضل وکرم اور اس کے بعد تعلیمات نبویہ کے ایسے ہی مراکز ومدارس کا نتیجہ ہے جو محض اللہ کے توکل پر نامساعد حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اس چراغ کو روشن رکھ کر ایک نسل سے دوسری نسل تک امانت خداوندی پہنچانے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

قادیانی مسئلہ کا آئینی حل

قادیانی مسئلہ کے آئینی حل کو آپ نے اس سال کا ایک عظیم الشان اور اہم دینی واقعہ قرار دیا اور کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ دارالعلوم کا اولین مقصد ہے اور قادیانیوں کا آئین میں بھی غیر مسلم اقلیت قرار پا جانا دارالعلوم کے لئے بے پناہ مسرتوں کا باعث ہے انہوں نے کہا کہ حتی المقدور دارالعلوم کے طلبہ اس کے ترجمان ماہنامہ الحق اور خود احقر نے بحیثیت رکن قومی اسمبلی اس مسئلہ کے حل میں بھرپور حصہ لیا انہوں نے مجلس شوریٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں علماء مجلس عمل پارلیمنٹ اور وزیر اعظم بھٹو صاحب کو مبارک باد پیش کی اور مطالبہ کیا کہ اب اس مسئلہ کے ذیلی اور قانونی تقاضوں کو بھی قانوناً جلد پورا کیا جائے۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب: مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

مقام مصطفیٰ ﷺ برتر از مقام مسیحا

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فقد قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (التوبۃ:۱۲۸)

لوگو! تمہارے پاس ایک ایسا رسول آیا ہے جو تم ہی میں سے ہے جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے جسے تمہاری بھلائی کی دھن لگی ہوئی ہے جو مومنوں کیلئے انتہائی شفیق ہے نہایت مہربان ہے۔

وقال النبی ﷺ ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراھیم اسماعیل ؑ واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشاً واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفیٰ من بنی ھاشم (رواہ ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم ؑ کی اولاد میں سے بنی اسماعیل کو منتخب کیا اور بنی اسماعیل میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں مجھ کو۔

سب کا ملجأ ومأویٰ

محترم دوستو! گذشتہ کئی جمعوں سے میں آپ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وشمائل اوصاف وکمالات بیان کرتا ہوا آرہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ دنیا کے خطیب، واعظین اور مقرر ختم ہوجائیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضائل وکمالات ختم نہ ہوسکیں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر وصف اور ہر ادا پر لاکھوں کتابیں لکھی گئی لیکن پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی بھی ادا کو کما حقہ بیان نہ کیا جاسکا میں نے جو آیت اور حدیث آپ کے سامنے ذکر کی اسکی روشنی

میں چند گذارشات پیش کرنا چاہتا ہوں آیت شریف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ پیغمبرؑ تمہاری ہی جنس سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں لیکن ابن عباسؓ سے ایک معنیٰ یہ بھی منقول ہے کہ یہ قرأت من انفَسِکم ہے یعنی بفتح الفاء ہے تو پھر بناء برایں قرأت معنیٰ آیت کا یہ ہوا ای من اشرافکم وافضلکم

انتخاب سرور کائنات

یعنی تم میں سب سے شریف اور سب سے افضل ترین لوگوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث کیا گیا، جب بھی اللہ نے مخلوقات کو دو حصوں میں تقسیم کردیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین گروہ میں شامل کردیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلها نکاح قاضی عیاضؒ اپنے کتاب الشفاء میں فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے میرے آباء واجداد میں بغیر نکاح کے کوئی عورت نہیں گذری حضرت آدمؑ سے لیکر میرے والدین تک، یعنی سفاح اور زنا جاہلیت کی کوئی ٹھیس مجھ کو نہیں پہنچی یعنی دور جاہلیت میں جو بے احتیاطی ہوا کرتی تھی میرے آباء وامہات اس سے منزہ ہیں، پس میرے نسب میں اسکی کوئی مثال نہیں فانا خیرکم نفسا وخیرکم نسباً پس میں تم میں سے باعتبار ذات اور باعتبار نسب بہتر ہوں

طبری میں حافظ محمد بن جریرؒ نے عبداللہ بن عمرؓ کی واسطے سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں:

عن ابن عمر انه علیه السلام قال ان اللّٰه عزوجل اختار خلقه فاختار منهم بنی آدم ثم اختار بنی آدم منهم العرب ثم اختار العرب فاختار منهم قریشاً ثم اختار قریشاً فاختار منهم بنی هاشم ثم اختار بنی هاشم فاختارنی منهم فلم ازل خیاراً من خیار الا من احب العرب فبحبی احبهم ومن ابغض العرب فبغضی ابغضهم

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان پھر انسان میں دو فرقے پیدا کئے عرب وعجم تو مجھ کو اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا فرمایا پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں پیدا فرمایا پھر قریش میں کئی خاندان بنائے تو مجھ کو سب سے اچھے خاندان یعنی بنی ہاشم میں پیدا فرمایا پس میں ہمیشہ بہترین گروہ میں آتا ہوں خبردار جو لوگ عرب سے محبت رکھتے ہیں وہ میرے ہی وجہ سے اور جو لوگ بغض ودشمنی رکھتے ہیں وہ بھی میرے ہی وجہ سے۔

خیر الخلائق

اس حدیث میں آپ لوگوں نے سنا کہ آپ دنیا کے بہترین نسب اور افضل ترین حسب میں سے تشریف لائے ہیں ابن الکلبی بہت بڑے علماء میں سے ہیں فرماتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۵۰۰ اُمہات کو جمع کیا ہے جو سب کی سب نکاح ہو چکی تھیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین نسب میں تشریف لائے افضل ترین جگہ خیر بقاع الارض یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور سب سے بہترین جگہ کو ہجرت فرمائی جسکو حدیثوں میں طیبہ کہا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین ازمنہ میں مبعوث ہوئے خیر القرون قرنی بہترین زمانے میرا ہے چنانچہ حدیث مبارک میں آتا ہے:

عن خالد بن معدان ان من اصحاب رسول اللہ ﷺ قالوا یارسول اللہ ﷺ اخبرنا عن نفسک فقال نعم انا دعوت ابی ابراھیم(یعنی قولہ وابعث فیھم رسولا من انفسھم) وبشرنی عیسیٰ ورأت امی حین حملت بی انہ خرج منھا نوراً اضاء لہ قصور بصری من ارض شام ......الخ

خالد بن معدانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں اپنے بارے میں خبر دیجئے کہ آپ کا مرتبہ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہوں یعنی انکی یہ دعا (اے رب ان میں سے ایک رسول بھیج......)اور بشارت دی میرے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اور میری ماں نے دوران حمل خواب دیکھا کہ مجھ سے ایک روشنی نکلی۔جس سے شہر بصریٰ (جو شام کا علاقہ) کے محلات آپ کو نظر آئے۔

آگے طویل حدیث ہے پھر آپ نے فرمایا بس جب مجھے بنی سعد قبیلہ میں دودھ پلاتے لے گئے تو ایک دن میں اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ آبادی کے باہر مویشی چرا رہا تھا کہ دو بندے سفید کپڑے پہنے آ موجود ہوئے جن کے ہاتھوں میں سونے کا طشت تھا جو برف سے بھرا ہوا تھا،ان دونوں نے مجھے پکڑا اور پھر میرا پیٹ چاک کر کے میرے دل کو نکالا اس کو پھاڑ کر اس سے کالا منجمد خون باہر پھینک کر پھر میرے دل کو برف سے دھویا۔

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے پھر ان دونوں میں سے ایک نے کوئی چیز اٹھا کر لائی جو مہر نبوت تھی جسے دیکھ کر انکھیں خیرہ خیرہ ہو جاتی تھی اور میرے قلب پر مہر لگا کر ایمان اور حکمت سے بھر دیا

اور اپنے جگہ پر رکھ دیا اور دوسرے نے میرے چھاتی پر ہاتھ پھیرا تو اس وقت وہ زخم ٹھیک ٹھاک ہوگیا۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جبرائیلؑ نے فرمایا قلب وکیع ای شدید فیه عینان تبصران اذنان سمعتان یعنی بہت زیادہ مضبوط دل ہے جسمیں دو آنکھیں دیکھنے والے اور دو کان سننے والے ہیں اس کے بعد ایک نے دوسرے سے فرمایا: زنة بعشرة من امته فوزنني بهم فوزنتهم

اس کو اپنی امت کے دس بندوں سے تولو، تو مجھے تولا گیا یہاں تک کہ میں ان دس پر بھاری رہا دوبارہ کہا ثم قال زنةبمأة من اُمته اپنی امت کی سو بندوں سے تولو فوزنی فورنتهم جب مجھے سو آدمیوں کیساتھ تولا گیا، تو ان سے پر بھاری رہا ثم قال زنة بالف من امته فوزتی بهم فوزنتهم اس کے بعد فرمایا اپنی امت کے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ تولا گیا تو ان سے پر بھاری رہا پھر فرمایا دعه عنك فلوزنته بامته لوزنها ان کو چھوڑ دو اگر ان کو پورے امت کے ساتھ تولا جائے تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاری ہوں گے ایک اور روایت میں ہے۔

ثم ضموني الیٰ صدورهم وقبلوا رأسي وبين عيني ثم قالوا ياحبيب لم ترع انك لو تدري ما يرادبك عن الخير لقرت عيناك ......الخ

پس ان سب نے مجھے اپنے اپنے سینوں سے لگایا اور مجھ کو سر اور ماتھے پر چوما اور فرمایا اے حبیب ڈرومت اگر تجھے پتہ لگ جائے کہ اللہ نے آپ کے ساتھ خیر کا جو ارادہ کیا ہے (جس کا کوئی انسان یا فرشتے کیلئے تصور کرنا بھی ممکن نہیں، تو تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں)

حضرت آدمؑ کا وسیلہ

ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام جب بھولے سے گندم کا دانہ کھا کر جنت سے نکالے گئے تو کتابوں میں لکھا ہے کہ تین سو سال تک آپ اپنے خطاء پر روتے رہے تب اس نے بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معافی مانگی اور توبہ کا خواستگار ہوا حضرت آدمؑ نے فرمایا:

اللهم بحق محمد اغفر لي خطيئتي وفي رواية وتقبل توبتي فقال له الله من اين عرفت محمداً قال رأيت في كل موضع من الجنة مكتوبا لااله الا الله محمد رسول الله ويروى محمد عبدي ورسولي فعلمت انه أكرم خلقك عليك فتاب عليه غفرله۔

حضرت آدمؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اے پروردگار میں آپ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

واسطے درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما اور دوسری روایت میں ہے میری توبہ قبول فرمایا اس سے اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح پہنچانا کہ جنت کے ایک جگہ پر یہ لکھا ہوا تھا لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ایک روایت میں یوں ارشاد ہے کہ محمد میرا بندہ اور رسول ہے پس میں سمجھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو تمام مخلوق سے زیادہ پیارا اور عزیز ہے۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ارشاد ہے کہ:

فقال آدم لما خلقتنی رفعت رأسی الیٰ عرشك فاذا فیه مكتوب لااله الاالله محمد رسول الله فعلمت انه لیس احد اعظم قدرا عندك ممن جعلت اسمه مع اسمك فاوحی الله الیه وعزتی وجلالی انه لاخر النبیین من ذریتك ولو لاه ما خلقتك...... (شفاء:۱۱۳)

حضرت آدم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے میرے رب جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے معلوم کرلیا کہ آپ نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کا نام ملایا ہوگا جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی اور فرمایا کہ میری عزت وجلال کی قسم محمد آخر النبیین ہیں آپ کی اولاد میں اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کو پیدا نہ کرتا تو میں تجھ کو بھی پیدا نہ کرتا۔

محترم دوستو! یہ ہے آپ کی شان عظیم جس کی واسطے سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر معاف کردیا۔ابونعیم اور طبرانی نے ایک روایت ذکر کی ہے:

مقام مصطفیٰ برتر

عن عائشه عن النبی ﷺ عن جبرائیل قال قلبت مشارق الارض ومغاربها فلم ار رجلاً افضل من محمد ولم ار من بنی اب افضل من بنی هاشم

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے فرمایا کہ تمام مشارق ومغارب میں پھرا ہوں سو میں نے کوئی شخص محمد سے افضل نہیں دیکھا اور نہ کوئی خاندان بنو ہاشم سے افضل دیکھا۔

''بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

واقعہ معراج جس کو میں نے تفصیل سے کئی بار آپ لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا اسمیں ہے کہ جب آپ براق پر سوار ہونے لگے تو اس نے شوخی کی جبرائیل امین نے اس سے تھام کر فرمایا تجھ کو کیا ہوا آپ سے زیادہ مکرم عنداللہ کوئی شخص تجھ پر سوار نہیں ہوا بس وہ عرق عرق ہوگیا جبرائیل امین کے اس قول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت بیان ہوتی ہے پھر آگے طویل حدیث ہے مسلم اور ترمذی میں یہ بھی ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داخل ہوکر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی یعنی اس جماعت کی آپ امام ہوئے اور پھر ارواح انبیاء کرام کیساتھ ملاقات ہوئی جنہوں نے اپنے رب کی لائق شان ثنا بیان کی۔

جن میں ابراہیمؑ ،موسیٰؑ ،عیسیٰؑ اور داوؤدؑ اور سلیمانؑ نے باضابطہ حمد وثناء کی اور آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ اس طرح خطاب فرمایا کہ:

وان محمد اثنی علی ربه عزوجل فقال کلھم اثنیٰ علی ربه وانا اثنی علی ربی الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعالمین و کافة للناس بشیرا نذیرا وانزل علی الفرقان فیه تبیان کل شئی وجعل امتی خیر امة وجعل امتی امة وسطاً وجعل امتی ھم الاولون وھم الآخرون وشرح لی صدری ووضع عنی وزری ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحا وخاتما ......الخ

تم سب نے رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی سو میں بھی اپنی رب کی ثنا بیان کرتا ہوں جمیع محامدات اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کیلئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان مجید نازل کیا جس میں ہر دینی ضروری امر کا بیان ہے اور میری امت کو بہترین امت بنایا اور میری امت کو امت عادلہ بنایا اور میری امت ایسی بنائی کہ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی۔اور میرے لئے میرا سینہ کھول دیا اور میرے بوجھ کو ہلکا فرمادیا اور میرے ذکر کو بلند فرمادیا اور مجھ کا فاتح اور خاتم النبیین بنایا۔

میرے معزز سامعین! جیسا کہ میں نے آپ کو ابتداء میں بتایا کہ افضل الرسل ،خاتم النبیین ، شفیع المذنبین ،امام الانبیاء کے صفات وکمالات کا احاطہ کرنا انسانی طاقت کا کام نہیں جیسا کہ ملا جامی فرماتے ہیں کہ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کہ خدا تعالیٰ کے بعد اگر کسی ذات کا مقام ومرتبہ ہے تو وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے وقت مختصر ہے انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر مزید گزارشات پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔رب کائنات ہم سب کو رسول ﷺ کا صحیح امتی بننے اور اسکی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

آخری قسط

مولانا عبدالماجد رفیق*

عصرِ حاضر میں اشتغال بالحدیث کی ضرورت

حفاظت حدیث کے سلسلے میں محدثین کی فنی باریکیاں

حفاظت حدیث کیلئے محدثین کے ہاں رائج فنی باریکیاں کڑی تنقید اور احتیاطی تدابیر ہر دور کے اندر علمی دنیا میں قابل ستائش رہی ہیں حفاظت حدیث کیلئے اسی مبارک جماعت سے وابستہ لوگوں نے ہرنازک اور کڑے وقت میں اپنے آپ کو پیش کیا رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی طرف سے مدافعت کی شہر بشہر قریہ بہ قریہ گھوم پھر کر بڑی عرق ریزی کے ساتھ احادیث کو جمع کیا اور ان کی روایت کرنے والوں کے حالات کو محفوظ کیا۔

قیامت تک آنے والی نسلوں کو یہ مبارک ذخیرہ بحفاظت پہنچانے کیلئے اسانید کو رواج دیا اور راویانِ حدیث کی عدالت وضبط کو پرکھنے کیلئے زبردست اصول اختیار کئے جس کی بدولت احادیث کا قیمتی ذخیرہ منافقین اور ملحدین کی شاطرانہ چالوں روافض اور اہل بدعت کی خطرناک وسیسہ کاریوں سے محفوظ رہا۔

عربوں کی غیر معمولی فطری صلاحیتوں اور قومی روایات کے مطابق ابتدائی دور میں حدیث کی بھی حفاظت کیلئے بنیادی ذریعہ تحریر کے بجائے حافظہ ہی تھا کتابت حدیث کو اس زمانے میں ثانوی حیثیت دی جاتی تھی، چنانچہ جو شخص حدیث کو صرف کتاب کی شکل میں محفوظ رکھنے پر اکتفاء کرتا تھا حلقہ محدثین میں اسکی قدرومنزلت کم ہوتی تھی، اس کے برخلاف جو راویان حدیث اپنی خداداد صلاحیتوں سے بخوبی فائدہ اٹھاتے ہوئے احادیث کو سینے میں محفوظ رکھتے اسی پر ان کو اعتماد ہوتا تھا ان کی علمی حیثیت زیادہ تھی اور انکا مقام بلند سمجھا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اندر ایسے ایسے لوگوں کو پیدا کیا جن کے حافظہ کے واقعات سن کر عقل دنگ رہ جاتی تھی، کیلکولیٹر اور کمپیوٹر کے دور کا انسان انکے حافظے کے واقعات کو پڑھ کر ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے صنعتی ترقی اور انسانی پستی کے اس دور میں پیدا ہونے والا انسان اس بات پر نہایت ہی تعجب کا

---

* نگران شعبہ تخصص فی علوم الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

اظہار کرتا ہے کہ ایک محدث کو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں حدیثیں سندوں کے ساتھ یاد ہوا کرتی تھیں کیونکہ اس کو پتہ نہیں کہ جس طرح وہ لوگ حدیث کو سندوں کے یاد کرتے اور اس کی بدولت محفوظ شکل میں جو حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں اسی طرح ان حضرات کے عجیب وغریب واقعات بھی نقد وجرح کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد ہی ہم تک پہچائے گئے ہیں چنانچہ حدیث راویان حدیث اور اصول حدیث پر لکھی جانے والی تمام کتابوں اور ان کے قابل اعتماد نسخوں کی سندیں ہر پڑھنے والے کے دستخط اور تاریخی شہادتوں کے ساتھ آج بھی دنیا بھر کے علمی کتب خانوں میں محفوظ ہیں ۔عصر قریب کے بے مثال محقق مشہور ناقد مولانا عبدالرشید نعمانی (متوفی ۱۴۲۰ھ) نے بالکل بجا فرمایا ہے:

''نظر کو بلند تر کیجئے جس امت نے حفاظ حدیث کے حالات کو اس طرح محفوظ کیا ہو اس نے خود حدیث کے حفظ اور اسکی یاداشت میں کیا کچھ اہتمام کیا ہوگا آج جبکہ موجودہ نسل نے اپنی قوت حافظہ کو معطل کرکے اسے بالکل بے کار اور مضمحل بنا دیا ہے اور مطابع کے عام وجود میں آجانے کے باعث جو علم اگلے علماء کے دماغوں میں تھا وہ ہمارے کتب خانوں میں منتقل ہو چکا ہے حفظ حدیث کے واقعات کو کتنے ہی تعجب اور حیرت کی نظر سے کیوں نہ دیکھا جائے مگر حقیقت بہرحال حقیقت ہے سلف کا ایک دور تھا کہ جب کتاب کا مسلمانوں میں بالکل رواج نہ تھا اور لوگ اپنے نوشتوں کو عیب کی طرح چھپاتے تھے،کہ مبادا ہم پرسوئے حفظ کی تہمت نہ لگ جائے ،اس دور میں کاغذ وقلم کی مدد کو عار سمجھا جاتا تھا اور جو کچھ اساتذہ سے سنتے اسے صفحہ حافظہ پر ثبت کرنا پڑتا تھا،یہی وہ زمانہ تھا جب علم سینہ بہ از علم سفینہ پر صحیح معنوں میں عمل درآمد تھا (۱۳)۔

حافظہ چوں کہ ایک انسانی قوی ہے جو دوسری صلاحیتوں کی طرح بیماری عوارض اور عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ متاثر ہوجاتا ہے محدثین نے اس کمزوری کا بھی بروقت تدارک کیا کہ مبادا یہ کمزوری حدیث پر اثر انداز نہ ہو چنانچہ انہوں نے اس کیلئے بھی ایسے قوانین اور ضابطے بنائے جن کا خیال رکھتے ہوئے راویان حدیث کے حافظوں کو پرکھنا ان کیلئے ذرہ بھی مشکل نہ رہا ان قوانین کی روشنی میں انہوں نے ان تمام راویان حدیث کی نشان دہی کردی تھی جن کے حافظے عمر کی زیادتی بیماری یا کسی اور وجہ سے خلل پڑ گیا تھا اور خلل کی وجہ سے حدیث بیان کرتے وقت انہیں راویوں کے ناموں یا الفاظ حدیث میں سہو ہوجاتا تھا محدثین نے ان ناقص الضبط رواۃ احادیث کی اس کمی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان تمام احادیث کو ناقابل احتجاج قرار دے دیا جو ان سے حافظہ میں تغیر پذیری کے بعد مروی ہیں۔

یہ بات صرف محدثین ہی کے ساتھ خاص نہ تھی بلکہ ان سے بھی پہلے حضرات صحابہ کرامؓ روایت حدیث میں بے حد محتاط رہتے تھے چنانچہ بعض صحابہ کرام صرف اس خوف سے کہ بیان کرنے میں کچھ کمی بیشی

نہ ہوجائے بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے جیسا کہ حضرت زبیرؓ کا واقعہ صحیح بخاری میں مذکور ہے (۱۴)۔

حضرت انسؓ کا یہ حال تھا کہ جس حدیث میں ان کو ذرا بھی شبہ ہوجاتا کہ یہ حدیث خوب اچھی طرح مجھے یاد نہیں ہے تو وہ اسکو بیان ہی نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر غلطی کا اندیشہ نہ ہوتا تب میں یہ حدیث بیان کرتا (۱۵)۔

اسی طرح فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق تذکرۃ الحفاظ میں بیان ہے کہ ان کا شمار ان حضرات میں ہے جن کو ادائے حدیث میں بے حد احتیاط اور روایات کے باب میں بڑا تشدد تھا اور وہ اپنے شاگردوں کو الفاظ حدیث ضبط کرنے میں سستی کرنے پر بہت ڈانٹتے تھے (۱۶)۔

اسی احتیاط کا تقاضا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتے تھے کہ جب تم حدیث کی روایت کرنے کا ارادہ کرو تو پہلے اس کو تین دفعہ دہرالیا (۱۷) کرو نیز اسی شدت احتیاط ہی کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی بڑی تاکید تھی کہ رسول اللہ ﷺ سے حدیثوں کی روایت کم کی جائے جب احتیاط کا یہ عالم تھا اور حدیثوں کی روایت سے بھی چارہ کار نہ تھا تو لازمی طور پر حدیثوں کا کچھ سے کچھ ہوجاتا بہت مشکل اور ناممکن ہی نہیں بعید از قیاس بھی تھا۔

کچھ عرصہ تک تو حفاظت حدیث کے سلسلے میں حافظہ ہی پر اعتماد کیا جاتا رہا اور زمانہ یوں ہی گذرتا رہا یہاں تک کہ ہمتیں کمزور پڑ گئیں اور انسانی حافظہ خطا کھانے لگا تو پھر وہ حفاظت کا معیار اور پیمانہ ہی بدل گیا محدثین نے انسانی کمزوری کو سامنے رکھ کر کتابت حدیث کو وہ حیثیت عطا کی جو اس سے قبل انسانی حافظہ کو حاصل تھی جس طرح پہلے حافظے سے حدیث بیان کرنے کے لئے کچھ قوانین طے کئے گئے تھے، اب اس کتابت حدیث کیلئے بھی ایسے ٹھوس قوانین بنائے گئے، جو اپنے اندر ہر طرح کی احتیاطی تدابیر اور فنی باریکیوں کو سموئے ہوئے تھے، پھر اس پر مستزاد یہ کہ اس زمانے میں جن محدثین کی عادت کتاب سے حدیث بیان کرنے کی تھی ان میں سے اگر کسی کی حدیث کی کتاب گم ہوگئی، یا آگ میں جل گئی تو ایسے لوگوں کے ناموں کی بھی تعین کردی گئی تاکہ اگر وہ بعد میں ان لکھی ہوئی حدیثوں کو حافظے سے بیان کریں تو ایسی احادیث کی خوب چھان پھٹک کی جاسکے اور اگر وہ حفاظ متقین کی احادیث کے خلاف ہوں تو انہیں مسترد کیا جاسکے۔

زمانے کے شب وروز اس نہج پر گزرتے رہے اور احادیث مختلف کتابوں میں مدون ہوتی چلی گئیں یہاں تک کہ تدوین حدیث اپنی انتہاؤں کو چھونے لگی اور فن جرح وتعدیل کے نام سے ایک نئے فن کی بنیاد پڑی جسمیں ایک طرف تو راویان حدیث کی چھان پھٹک ہوتی تھی اور انکے حافظے عدالت اور ضبط وغیرہ کے بارے میں تبصرے ہوتے تھے تو دوسری طرف خود ان مبصرین کی بھی کڑی نگرانی کی جاتی تھی، اس تنقیدی علم

کے ذریعے ان محدثین کا بھی محاسبہ ہونے لگا جو حدیث کے معاملہ میں دوسروں کی غلطیوں پر نظر رکھنے ان کی نشان دہی کرنے والے تھے یہاں تک کہ کسی راوی میں ایسی مبہم جرح کو نا قابل اعتماد گردانا جانے لگا کہ جسکا ان جرح کرنے والے نے کوئی معقول سبب نہ بیان کیا ہو جو واقعی اس راوی کی عدالت کو مجروح اور متاثر کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ محققین نے ان تمام رواۃ حدیث کو قابل احتجاج قرار دیا ہے جن پر ائمہ کا کلام یا تو مبہم ہے یا اسمیں شدت غضب اور مذہبی تعصب کا کوئی ادنیٰ سا پہلو نظر آتا ہے۔

محدثین کی قربانیوں کا نتیجہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر محدثین کرام نے اشتغال بالحدیث اور حفاظت حدیث کی خاطر اتنی قربانیاں کیوں دی؟ فقر وفاقہ کی مشقتیں کیوں برداشت کیں؟ دور دراز کے اسفار کیوں کئے؟ روایت حدیث کا اور اسکی اشاعت کیلئے اتنی تگ ودو اور محنت کیوں کیں؟ حفاظت حدیث کے سلسلے میں کڑی شرائط فنی باریکیاں اور احتیاطی تدابیر کیوں اختیار کیں؟ محض حصول ثواب کی خاطر؟ نہیں! اس کیلئے تو اور راہیں بھی بہت ہیں خواہ مخواہ خود کو تکلیف میں ڈالنے کی قطعا ضرورت نہ تھی دراصل وہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر علم حدیث ہی مسلمانوں سے اٹھ گیا تو یہ امت جہالت وظلمت کی وادی میں بھٹک کر رہ جائیگی اور پھر کوئی مسیحا نہ مل سکے گا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی قربانیوں کی لاج رکھی اور امت مسلمہ میں علم حدیث کی عمومی فضا بنی اور اس امت کا سفینہ بڑے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کرتا چلا آرہا ہے وضع حدیث اور فتنہ انکار حدیث کی تاریخ اور اس کی کوکھ سے جنم لینے والے ابلیسی طوفانوں پر اگر ایک نظر ڈالی جائے تو ہمیں محدثین کی کاوشوں قربانیوں اور تکالیف کی قیمت کا اندازہ ہوسکتا ہے تاریخ اسلامی میں جتنے بھی فتنے اٹھے ان سب میں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے بغاوت کا عنصر مشترک ہے یہی وجہ ہے کہ آج سے کچھ عرصہ قبل مستشرقین نے امت مسلمہ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور علم حدیث کے راستے ایک سیلابی ریلا چھوڑا آج کے ان تمام فتنوں سے نمٹنے کیلئے ایک چیز بے حد ضروری ہے کہ ہمیں بھی ان محدثین کے راستے پر چل کر تمام طبقات اسلامیہ میں اشتغال بالحدیث کی ایک عمومی فضا پیدا کرنا ہوگی۔

عصر حاضر میں شیطان کے حواریوں کا کردار

آج کے اس دور میں شیطان اور اس کے حواریوں نے فحاشی وعریانی اور عیاشی وبدمعاشی کی راہ دکھلا کر امت مسلمہ کو دین سے دور کر دیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے ہر مرض کا شافی علاج رکھنے والی دوا علم حدیث پر شکوک وشبہات کی بھرمار کردی، یوں ہماری مثال اس مریض کی سی ہے جو اپنے مرض میں تڑپ رہا ہو اس کے پاس علاج کی دوا تو موجود ہو مگر اسکا ہاتھ اس تک پہنچنے سے قبل ہی کوئی اسے تریاق کے متعلق بے

یقینی اور وساوس میں مبتلا کردے اب یہ مریض یا تو تڑپتا ہی رہے گا یا پھر وساوس کی پرواہ کئے بغیر دوا سے اپنا علاج کرلے۔

انکار حدیث کے نئے محرکات وعوامل

مغربی نومسلم فاضل محمد اسد (LEOPLD WEISS) نے سنت سے دامن چھڑانے اور حدیث کا انکار کرنے کا حقیقی سبب (جس کے داعی اس دور میں پھر اس کا بیڑا اٹھا رہے ہیں) نئی نسل کی نفسیات اور مغربی تہذیب کے غلبہ اور طاقت سے مکمل واقفیت کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ مغربی تہذیب کی قدروں اور پیمانوں اور اسکے طرز زندگی اور فیشن اور سنت نبوی ﷺ میں کبھی گٹھ جوڑ نہیں ہوسکتا اور اس زندگی کو جو رسول اللہ ﷺ سے گہری محبت اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد اور سنت کے مراجع اور مآخذ پر پورے یقین اور اطمینان پر مبنی ہو مغربی تہذیب کی تعظیم وتقدیس اور اسکو علم انسانی کی آخری دریافت سمجھنے کے تصور کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا غالباً بعض اسلامی ممالک کے حکام اور سیاسی لیڈران کے سنت پر حملہ اور انکار حدیث کا یہی سبب ہے محمد اسد لکھتے ہیں

''آج جبکہ اسلامی مما لک میں مغربی تہذیب کا اثر ونفوذ بہت بڑھ چکا ہے ہم ان لوگوں کے تعجب انگیز رویہ میں جن کو ''روشن خیال مسلمان'' کہا جاتا ہے ایک اور سبب پاتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنا اور زندگی میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنا ناممکن ہے پھر موجودہ مسلمان نسل اور اسکے لئے تیار ہے کہ ہر مغربی چیز کو عزت کی نگاہ سے دیکھے اور باہر آنے والے ہر تمدن کی اسلئے پر ستش کرلے کہ وہ باہر سے آیا ہے اور طاقتور اور چمکدار ہے، مادی اعتبار سے یہ افرنگ پرستی ہی اس واقعہ کا سب سے بڑا سبب ہے کہ آج احادیث رسول ﷺ اور سنت کا پورا نظام رواج نہیں پارہا ہے سنت نبوی ﷺ ان تمام سیاسی افکار کی کھلی اور سخت تردید کرتی ہے جن پر مغربی تمدن کی عمارت کھڑی ہے اس لئے وہ لوگ جن کی نگاہوں کو مغربی تہذیب وتمدن خیرہ کرچکا ہے وہ اس شکل سے اپنے کو اس طرح نکالتے ہیں کہ حدیث وسنت کا بالکلیہ یہ کہہ کر انکار کردیں کہ سنت نبوی ﷺ کا اتباع مسلمانوں پر ضروری نہیں کیونکہ اس کی بنیاد ان احادیث پر ہے جو قابل اعتبار نہیں ہیں اور مختصر عدالتی فیصلہ کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات کی تحریف کرنا اور مغربی تہذیب وتمدن کی روح سے انہیں ہم آہنگ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

جو لوگ یہ کوشش کررہے ہیں کہ امت اسلامیہ کو اس حیات بخش اور ہدایت وقوت عطا کرنے والے صاف وشفاف سرچشمہ سے حدیث کے حجت ہونے اور اس کی قدرومنزلت میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے ذریعہ محروم کردیں اور اس پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے وہ اس عظیم نقصان سے شاید ناواقف

ہیں جو اس امت کو پہونچا رہے ہیں وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنی نامحمود کوشش سے وہ اس امت کو اپنی میراث سے محروم اپنے آغاز سے بے تعلق اپنی اصل سے سرگشتہ وحیران بنا رہے ہیں اور وہ معاملہ کررہے ہیں جو یہودیت ومسیحیت کے دشمنوں نے یا انقلاب زمانہ نے ان مذاہب کے ساتھ کیا اگر وہ باہوش وحواس یہ کام انجام دے رہے ہیں تو اس امت اور اس دین کا ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں، کیونکہ اس کے بعد نئے سرے سے پھر اس دینی ذوق کو وجود بخشنے کا کائی ذریعہ نہیں رہ جاتا وہ ذوق جو صحابہ کرامؓ کا امتیاز تھا اور جو رسول اللہ ﷺ کی براہ راست صحبت یا اس حدیث پاک کے واسطے کے بغیر (جو اس عہد کی سچی تصویر اس عہد کی کیفیات سے مملوء اور اسکی عطر بیزیوں سے معطر ہے) پیدا نہیں کیا جاسکتا (۱۸)۔

ابلیسی کردار کے مقابلے میں اشتغال بالحدیث کی اشد ضرورت

الحمد للہ آج امت مسلمہ میں ہر فتنے کا مقابلہ کرنے والے ہر سطح پر افراد موجود ہیں با قاعدہ ادارے اور تنظیمات مسقلا کام کررہے ہیں لیکن اگر ہم حقیقت حال کا ذرا باریک بینی سے جائزہ لیں تو ہمیں صاف رکھائی دے گا، کہ ہمارے ان اداروں اور تنظیمات وغیرہ سے ملنے والے نتائج ان نتائج سے بہت کم ہیں جو کل تک ایک ایک فرد اور شخص کی محنت سے نکلتے تھے آخر کیوں ......؟

ہم ذرا جائزہ لیں کیا ہمارے دین کے ان دفاعی اشاعتی اور حفاظتی اداروں اور منصوبوں میں اشتغال بالحدیث کی عمومی فضا بھی قائم ہے یا نہیں؟ کیا ہمارے اندر ان محدثین کے طرز پر کام کرنے والے اور علم حدیث کے دین کو ہر شعبے میں ہادی بنا کر پیش کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں یا نہیں ......؟

اے کاش ......! اگر امت مسلمہ کا ایک مختصر سا طبقہ ہی صرف اسی کام کیلئے اپنی زندگیاں پیش کردے جو علم حدیث کی روشنی لے کر ہمارے تمام تر اداروں اور تنظیمات کو پرکھیں اور اشتغال بالحدیث کا وہی گزرا ہوا زمانہ ہمارے سامنے آجائے مگر افسوس ہے کہ عوام تو علم حدیث سے ویسے دور ہوچکی ہے اور ادھر ہمارے اندر ترغیب وترھیب وعظ ونصیحت اور فضائل ودلائل کو علم حدیث کی روشنی میں عام کرنے والے اور احادیث رسول کو اصول حدیث اور جرح وتعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر امت تک پہنچانے والے بھی بہت کم ہوتے چلے جارہے ہیں

عصر حاضر میں اشتغال بالحدیث کیسے ......؟

اشتغال بالحدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندر حدیث رسول کا عام ماحول پیدا ہوجائے ،ہمارے خطباء سے لیکر سامعین تک مصنفین سے لیکر قارئین تک علماء سے لیکر عوام تک اور حکمرانوں سے لیکر رعایا تک معاشرے کے تمام افراد بحیثیت مسلمان حدیث رسول ﷺ سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تعلق پیدا

کریں یہی تعلق سنت کی راہ دکھلائے گا اور ہمیں تمام تر دینی فتنوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ ہماری دنیاوی ترقی کا بھی یہی سبب ہے جس طرح تبلیغی جماعت میں فضائل اعمال کی تعلیم ضروری ہوتی ہے بالکل اسی طرح ہمارے تمام طبقات میں ان کے منصوبوں اور شعبوں کے مطابق مستند اور منتخب احادیث کی تعلیم وترویج اور افہام وتفہیم کا ماحول پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

اسی طرح اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ لوگوں کے سامنے من گھڑت واقعات بے سند قصے اور انتہائی ضعیف اور واہی احادیث کو بیان نہ کیا جائے اس سے لوگوں کے عقائد اور اعمال کا ستیاناس ہوجاتا ہے اور لوگ اسلامی تعلیمات سے متعلق افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں نیز یہ چیزیں صحیح العقیدہ صاف وشفاف اور معتدل مزاج اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں ہرسنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے نقل کرنے سے منع کیا گیا ہے اور ایسے شخص کو جھوٹا کہا گیا ہے اور رہی بات آپ ﷺ کی طرف ایسی بات کو منسوب کرنا جو آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے ،(خواہ وہ بات بظاہر اچھی اور بھلی ہی کیوں نہ ہو) نہ صرف حرام بلکہ اشد الحرام ہے اسی لئے تو آپ ﷺ نے کبھی ''کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع ''(۱۹)

''آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہرسنی سنائی بات کو بیان کرلے'' کا ارشاد فرما کر اور کبھی من حدث عنی حدیثا وھو یریٰ انہ کذب فھو احد الکاذبین (۲۰)

''جس نے مجھ سے ایسی بات بیان کی کہ اسکا خیال یہ ہے کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے'' اور کبھی من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (۲۱) ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے'' کی وعید سنا کر اخبار اور احادیث میں تساہل برتنے پر سخت ڈرایا ہے۔

تخصص فی علوم الحدیث امید کی ایک کرن

آج زمانہ آواز دے رہا ہے ان لوگوں کو جو آگے بڑھیں اور راہ ابو ہریرہؓ پر چل کر دیوانہ وار اللہ کی رضا کی خاطر اس عظیم کام کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور مسلسل محنت لگن شوق اخلاص اور جذبہ قربانی کے اعوان وانصار کے ذریعے عصر حاضر کے جدید اور مفید وسائل کمپیوٹر وغیرہ سے اساتذہ اور ماہرین کی زیر نگرانی صحیح استفادہ کرتے ہوئے دین کے تمام شعبوں میں روح پھونک دیں۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ امید کی ایک کرن برصغیر میں دکھائی دے رہی ہے، تخصص فی علوم الحدیث کا ایک بہترین سلسلہ شروع ہوچکا کاش کہ اس سلسلے سے منسلک خوش قسمت افراد اپنی ذمہ داری کا احساس بھی بیدار

رکھتے ہوں اور بالکل وہی ذمہ داری کو نبھانے کا جذبہ لے کر اٹھیں جو ذمہ دار حضرات سلف نے نبھائی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تخصص فی علوم الحدیث کے شعبے سے وابستہ ہونے کے بعد جب باحث پر علم حدیث کی متعدد راہیں اور اسکے متنوع علوم وفنون کھلتے ہیں اور ان میں سلف نے جو سینکڑوں کتابیں تصنیف کی ہیں ان سے وہ متعارف اور ان کے مناہج پر مطلع ہوتا ہے تو اس وقت اس کے دل میں (درس نظامی کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہونے کے باوجود) علوم حدیث سے ناواقفیت اور ان سے اپنے تہی دامن ہونے کا احساس وشعور بیدار ہوتا ہے اور اس پر نصف نہار کی طرح یہ حقیقت آشکارہ ہوجاتی ہے کہ علم حدیث تو ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو اپنے اندر لاتعداد قیمتی موتیوں اور جواہر کو سموئے ہوئے ہیں اور ایک ایسا بحر بے کنار ہے جس سے بیسویں نہریں نکلتی ہیں جو بے شمار اسلامی علوم وفنون کو رونق وشادابی بخشتی ہیں اور شریعت مطہرہ کی حسین وادی کو سیراب کرتی ہیں اے کاش ......! یہ احساس وشعور ہمارے تمام دینی علمی اور تحقیقی اداروں سے منسلک افراد میں پیدا ہوجائے اور علوم حدیث کی افادیت اور سلف کی اس عظیم خزانے سے محرومی کا ہم سب کو ادراک ہوجائے وماذلك علی 'الله بعزیز

حفاظت حدیث کے سلسلے میں محدثین کی محنتوں فنی باریکیوں علمی موشگافیوں اور عالی خدمات کا علامہ حالی مرحوم نے ''مسدس حالی'' میں کیا خوب نقشہ کھینچا ہے:

گروہ ایک جو یا تھا علم نبی کا ۔۔۔ لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا ۔۔۔ کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح وتعدیل کے وضع قانون ۔۔۔ نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوس
اسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو ۔۔۔ اسی شوق میں طے کیا بحر وبر کو
سنا خازن علم دیں جس بشر کو ۔۔۔ لیا اس سے جاکر خبر اور اثر کو
پھر آپ اسکو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر ۔۔۔ دیا اور کو خود مزہ اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا ۔۔۔ مناقب کو چھانا مثالب کو تابا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا ۔۔۔ ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا ۔۔۔ نہ ملا کو چھوڑا ،نہ صوفی کو چھوڑا
رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر ۔۔۔ گواہ ان کی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا ان کا احساس یہ اک اہل دین پر ۔۔۔ وہ تھے اسمیں ہر قوم وملت کے رہبر
لبرئی میں جو آج فائق ہیں سب سے ۔۔۔ بتائیں لبرل بنے ہیں وہ کب سے ؟

حوالہ جات

(۱) حدیث کا بنیادی کردار، ص ۳۹۔۴۱ طبع نشریات اسلام

(۲) مقدمہ عمدۃ القاری ص ۱۱، طبع ادارۃ الطباعۃ المنیریہ

(۳) دکتور مصطفی سباعی، السنۃ ومکانتھافی التشریع الاسلامی، ص ۵۷ طبع دارالاسلام

(۴) سید مناظر احسن گیلانی تدوین حدیث ص ۹ طبع المیزان

(۵) معرفۃ انواع علم الحدیث ص ۹۴ طبع دارالکتب العلمیۃ

(۶) تعارف تدوین حدیث ص:د

(۷) الاحزاب ـ ۲۱

(۸) صحیح البخاری باب ماذکر عن بنی اسرائیل رقم الحدیث ۳۴۵۶ طبع دارالاسلام

(۹) حدیث کا بنیادی کردار ص ۳۱،۳۲

(۱۰) تاریخ دعوت وعزیمت ۲۴۴/۴ طبع مجلس نشریات اسلام

(۱۱) مسند البزار، مسند جبیر بن مطعم، رقم الحدیث ۳۴۱۶ طبع مکتبہ العلوم والحکم

(۱۲) عجالۃ المبتدی وفضالۃ المنتھی فی النسب ص ۳

(۱۳) امام ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۵۲ طبع میر محمد

(۱۴) صحیح البخاری، باب اثم من کذب علی النبی رقم الحدیث ۱۰۷

(۱۵) سنن الدارمی باب اتقاء الحدیث عن النبی التثبت فیہ، رقم الحدیث ۲۴۱ طبع دار ابن حزم

(۱۶) تذکرۃ الحفاظ، ۱۶/۱ طبع دارالکتب العلمیۃ

(۱۷) سنن الدارمی باب مذاکرۃ العلم رقم الحدیث ۱۱۰

(۱۸) حدیث کا بنیادی کردار ص ۴۱،۴۳

(۱۹) مقدمۃ صحیح مسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع رقم الحدیث ۷

(۲۰) جامع الترمذی باب ماجاء فی من روی حدیثا وھو یروی انہ کذب رقم الحدیث ۲۶۶۲

(۲۱) صحیح البخاری باب اثم من کذب علی النبی رقم الحدیث ۱۱۰

بحث و نظر: پروفیسر عبدالعظیم جانباز، سیالکوٹ

واقعۂ معراجِ مصطفیٰ ﷺ اور جدید سائنسی تحقیقات

موجودہ صدی میں یوں تو بہت سے سائنسی نظریات پیش ہوئے، مگر ان میں سب سے زیادہ معروف نظریہ آئن اسٹائن نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) کہلاتا ہے۔ اس نظریے کی آمد نے کائنات اور قوانین کائنات کے بارے میں ہمارے اندازِ نظر کو ایک نیا زاویہ بہم پہنچایا اور ہمارے ذہن کو وسعت دی۔

واقعہ معراج اور آئن سٹائن

جب کبھی واقعہ معراج کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے یہاں سائنسی حلقوں سے لے کر علمائے کرام تک اِسی نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا معراج پر جانا اور ایک طویل مدّت گزار کر واپس آنا، مگر آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں زمین پر وقت کا نہ گزرنا نظریہ اضافیت سے کما حقہ تعارف حاصل کرلیا جائے تاکہ طبعیات سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں نظریہ اضافیت کے نکات تازہ ہو جائیں اور ایک عام قاری کے لیے نظریہ اضافیت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

واقعہ معراج اور سائنسی توجیہ

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس انسانی شعور کے ارتقاء کا عروج ہے لیکن سائنس دان اور دانشور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ انسان قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کا ابھی تک صرف پانچ فیصد حصہ استعمال کر سکا ہے، قدرت کی عطا کردہ بقیہ پچانوے فیصد صلاحیتیں انسان سے پوشیدہ ہیں۔ وہ علم جو سو فیصد صلاحیتوں کا احاطہ کرتا ہو، اُسے پانچ فیصدی محدود ذہن سے سمجھنا ناممکن امر ہے۔ واقعہ معراج ایک ایسی ہی مسلمہ حقیقت ہے اور علم ہے جو سائنسی توجیہ کا محتاج نہیں ہے۔ نظریہ دو حصوں پر مبنی ہے، ایک حصہ ''نظریہ اضافیت خصوصی'' (Special Theory of Relativity) کہلاتا ہے، جب کہ دوسرے حصہ ''نظریہ اضافیت عمومی'' (General Theory of Relativity) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ خصوصی نظریہ اضافیت کو سمجھنے

کے لیے ہم ایک مثال کا سہارا لیں گے۔

نظریہ اضافیت کی مثال

فرض کیجیے کہ ایک ایسا راکٹ بنا لیا گیا ہے جو روشنی کی رفتار (یعنی تین لاکھ کلو میٹر فی سیکنڈ) سے ذرا کم رفتار پر سفر کر سکتا ہے، اس راکٹ پر خلا بازوں کی ایک ٹیم روانہ کی جاتی ہے، راکٹ کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ زمین پر موجود تمام لوگ اس کے مقابلے میں بے حس و حرکت نظر آتے ہیں۔ راکٹ کا عملہ مسلسل ایک سال تک اسی رفتار سے خلا میں سفر کرنے کے بعد زمین کی طرف پلٹتا ہے اور اسی تیزی سے واپسی کا سفر بھی کرتا ہے مگر جب وہ زمین پر پہنچتے ہیں تو انھیں علم ہوتا ہے کہ یہاں ان کی غیر موجودگی میں ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، اپنے جن دوستوں کو وہ لانچنگ پیڈ پر خدا حافظ کہہ کر گئے تھے، انھیں مرے ہوئے بھی پچاس برس سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور جن بچوں کو وہ غاؤں غاؤں کرتا ہوا چھوڑ گئے تھے وہ سن رسیدہ بوڑھوں کی حیثیت سے ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ وہ شدید طور پر حیران ہوتے ہیں کہ انھوں نے تو سفر میں دو سال گزارے، لیکن زمین پر اتنے برس کس طرح گزر گئے۔

اضافیت میں اسے "جڑواں تقاقضہ" (Twins Paradox) کہا جاتا ہے اور اس تقاضے کا جواب خصوصی نظریہ اضافیت "وقت میں تاخیر" (Time dilation) کے ذریعے فراہم کرتا ہے، جب کسی چیز کی رفتار بے انتہا بڑھ جائے اور روشنی کی رفتار کے قریب پہنچنے لگے تو وقت ساکن لوگوں کے مقابلے میں سست پڑنا شروع ہو جاتا ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ جب ہماری مثال کے خلائی مسافروں کے لیے ایک سیکنڈ گزرا ہو تو زمینی باشندوں پر اسی دوران میں کئی گھنٹے گزر گئے ہوں۔

نظریہ اضافیت پر تنقید

اسی مثال کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ وقت صرف متحرک شے کے لیے آہستہ ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی ساکن فرد مذکورہ راکٹ میں سوار اپنے کسی دوست کا منتظر ہے تو اس کے لیے انتظار کے لمحے طویل ہوتے چلے جائیں گے، یہی وہ مقام ہے جہاں آ کر ہم نظریہ اضافیت کے ذریعے واقعہ معراج کی توجیہ میں غلطی کر جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے نظریے کے مطابق یہ ایک حقیقت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ معراج کے سفر سے واپس آئے تو حجرہ مبارک کے دروازے پر لٹکی ہوئی کنڈی اسی طرح ہل رہی تھی، جیسے کہ آپ ﷺ چھوڑ کر گئے تھے، گویا اتنے طویل عرصے میں زمین پر ایک لمحہ بھی نہیں گزرا، اگر خصوصی نظریہ اضافیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کی حقانیت جاننے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاً زمین پر آنحضرت ﷺ کی غیر موجودگی میں کئی برس گزر جانے چاہئیں تھے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔

عمومی نظریہ اضافیت سے جواب

نظریہ اضافیت ہی کا دوسرا حصہ یعنی ''عمومی نظریہ اضافیت'' ہمارے سوال کا تسلی بخش جواب دیتا ہے۔ عمومی نظریہ اضافیت میں آئن اسٹائن نے وقت (زمان) اور خلا (مکان) کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے زمان و مکان (Time and Space) کی مخلوط شکل میں پیش کیا ہے اور کائنات کی اسی انداز سے منظر کشی کی ہے۔ کائنات میں تین جہتیں مکانی (Spatial Dimentions) ہیں جنھیں ہم لمبائی، چوڑائی اور اونچائی (یا موٹائی) سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ ایک جہت زمانی ہے جسے ہم وقت کہتے ہیں۔ اس طرح عمومی اضافیت نے کائنات کو زمان و مکان کی ایک چادر (Sheet) کے طور پر پیش کیا ہے۔

تمام کہکشائیں، جھرمٹ، ستارے، سیارے، سیارچے اور شہابیئے وغیرہ کائنات کی اسی زمانی چادر پر منحصر ہیں اور وقت کی جانب سے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ہیں۔ انسان چونکہ اسی کائنات مظاہر کا باشندہ ہے، لہٰذا اس کی کیفیت بھی کچھ مختلف نہیں۔ آئن اسٹائن کے عمومی نظریہ اضافیت کے تحت کائنات کے کسی بھی حصے کو زمان و مکان کی اس چادر میں ایک نقطے کی حیثیت سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس نظریے نے انسان کو احساس دلایا ہے کہ وہ کتنا بے وقعت اور کس قدر محدود ہے۔

کائنات کے بارے میں قابل غور نقطہ

یہاں آ کر ہم ایک نقطہ اٹھائیں گے اور وہ یہ ہے کہ کیا کائنات صرف وہی ہے جو طبعی طور پر قابلِ مشاہدہ ہے؟ ایسی دیگر کائناتیں ممکن نہیں جو ایک دوسرے سے قریب، متوازی اور جداگانہ انداز میں پہلو بہ پہلو وجود رکھتی ہوں؟ اس کا جواب ہے ''ہاں'' لیکن اگر ایسا ممکن ہے تو پھر ہم ایسی دیگر کائناتوں کا مشاہدہ کیوں نہیں کر پاتے؟ اس بات کی وضاحت ذرا سی پیچیدہ اور توجہ طلب ہے۔ اس لیے یہاں ہم ایک اور مثال کا سہارا لیں گے جس سے ہمیں اپنی محدودیت کا صحیح اندازہ ہوگا۔ کارل ساگان (Carl Sagan) جو ایک مشہور امریکی ماہر فلکیات ہے، اپنی کتاب ''کائنات'' (Cosmos) میں ایک فرضی مخلوق کا تصور پیش کرتا ہے جو صرف دو جہتی (Two Dimensional) ہے، وہ میز کی سطح پر پڑنے والے سائے کی مانند ہیں۔ انھیں صرف دو مکانی جہتیں ہی معلوم ہیں، جن میں وہ خود وجود رکھتے ہیں یعنی لمبائی اور چوڑائی، چونکہ وہ ان ہی دو جہتوں میں محدود ہیں، لہٰذا وہ نہ تو موٹائی یا اونچائی کا ادراک کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے یہاں موٹائی یا اونچائی کا کوئی تصور ہے۔ وہ صرف ایک سطح (Surface) پر ہی رہتے ہیں، ایسی ہی کسی مخلوق سے انسان جیسی سہ جہتی (Three Dimensional) مخلوق کی ملاقات ہو جاتی ہے، راہ و رسم بڑھانے کے لیے سہ جہتی مخلوق، اس دو جہتی کو آواز دے کر پکارتی ہے، اس پر دو جہتی مخلوق ڈر جاتی اور سمجھتی ہے کہ یہ آواز اس کے اپنے اندر سے آئی ہے۔

سہ جہتی مخلوق، دو جہتی سطح میں داخل ہو جاتی ہے تا کہ اپنا دیدار کرا سکے مگر دو جہتی مخلوق کی تمام تر حسیات صرف دو جہتوں تک ہی محدود ہیں، اس لیے وہ سہ جہتی مخلوق کے جسم کا وہی حصہ دیکھ پاتی ہے جو اس سطح پر ہے، وہ مزید خوف زدہ ہو جاتی ہے، اس کا خوف دور کرنے کے لیے سہ جہتی مخلوق، دو جہتی مخلوق کو اونچائی کی سمت اٹھا لیتی ہے اور اپنی دنیا والوں کی نظر میں ''غائب'' ہو جاتا ہے، جب کہ وہ اپنے اصل مقام سے ذرا سا اوپر جاتا ہے۔ سہ جہتی مخلوق اسے اونچائی اور موٹائی والی چیزیں دکھاتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ ایک اور جہت ہے جس کا مشاہدہ ہو اپنی دو جہتی دنیا میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کار دو جہتی مخلوق کو اس کی دنیا میں چھوڑ کر سہ جہتی مخلوق رخصت ہو جاتی ہے۔ اس انوکھے تجربے کے بارے میں جب یہ دو جہتی مخلوق اپنے دوستوں کو بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اس نے ایک نئی جہت کا سفر کیا ہے جسے اونچائی کہتے ہیں، مگر اپنی دنیا کی محدودیت کے باعث وہ اپنے دوستوں کو یہ سمجھانے سے قاصر ہے کہ اونچائی والی جہت کس طرف ہے۔ اس کے دوست اس سے کہتے ہیں کہ آرام کرو اور ذہن پر دباؤ نہ ڈالو کیوں کہ اس کے خیال میں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ہم انسانوں کی کیفیت بھی دو جہتی سطح پر محدود اس مخلوق کی مانند ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہماری طبعی قفس (Physical prison) چہار جہتی ہے اور اسے ہم وسیع و عریض کائنات کے طور پر جانتے ہیں۔ ہماری طرح کائنات میں روبہ عمل طبعی قوانین بھی ان ہی چہار جہتوں پر چلنے کے پابند ہیں اور ان سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عالمِ بالا کی کائنات کی تفہیم ہمارے لیے ناممکن ہے اور اس جہانِ دیگر کے مظاہر ہمارے مشاہدات سے بالاتر ہیں۔

قابل مشاہدہ کائنات اور عالم بالا

اب ہم واپس آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔ عالم دنیا یعنی قابل مشاہدہ کائنات اور عالم بالا یعنی ہمارے مشاہدے وادراک سے ماوراء کائنات دو الگ زمانی ومکانی چادریں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے قریب تو ہو سکتی ہیں لیکن بے انتہا قربت کے باوجود ایک کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا دوسری کائنات میں ہونے والے عمل پر نہ اثر پڑے گا اور نہ اسے وہاں محسوس کیا جائے گا۔

حضور اکرم ﷺ زمان ومکان کی کائناتی چادر کے ایک نقطے پر سے دوسری زمانی ومکانی چادر پر پہنچے اور معراج کے مشاہدات کے بعد (خواہ اس کی مدّت کتنی ہی طویل کیوں نہ رہی ہو) آنحضرت ﷺ زمان ومکان کی کائناتی چادر کے بالکل اسی نقطے پر واپس پہنچ گئے جہاں آپ ﷺ معراج سے قبل تھے اور یہی وہی نقطہ تھا جب آنحضرت ﷺ کو دروازے کی کنڈی اسی طرح ہلتی ہوئی ملی جیسی کہ وہ چھوڑ کر گئے تھے۔

گویا معراج کے واقعے میں وقت کی تاخیر کی بجائے زمان ومکان میں سفر والا نظریہ زیادہ صحیح محسوس ہوتا ہے۔

راقم کی ناقص رائے میں واقعہ معراج کی دلیل کے طور پر ''روشنی کی رفتار سے سفر'' کے بجائے مختلف زمان ومکان کے مابین سفر والا تصور زیادہ صحیح اور سائنسی ابہام سے پاک ہے جس کی مدد سے خصوصی نظریہ اضافت کے تحت پیدا ہونے والے سوالات کا تسلی بخش جواب دیا جا سکتا ہے۔

واقعہ معراج پر اعتراضات

واقعہ معراج بعض لوگوں کی سمجھ میں اس لیے نہیں آتا کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کس طرح کھربوں میلوں کا فاصلہ یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر زمین سے آسمانوں تک اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک چشم زدن میں طے کر کے واپس آ جائے اور بستر بھی گرم ہو اور دروازے کی کنڈی بھی ہل رہی ہو اور وضو کا پانی بھی چل رہا ہو۔

ایسے فضائی سفر میں پہلی رکاوٹ کشش ثقل ہے کہ جس پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے غیر معمولی وسائل وذرائع کی ضرورت ہے، کیونکہ زمین کے مدار اور مرکز ثقل سے نکلنے کے لیے کم از کم چالیس ہزار کلو میٹر فی گھنٹہ رفتار کی ضرورت ہے، دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ زمین کے باہر خلا میں ہوا نہیں ہے، جب کہ ہوا کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا، تیسری رکاوٹ ایسے سفر میں اس حصے میں سورج کی جلا دینے والی تپش ہے کہ جس حصے پر سورج کی مستقیماً روشنی پڑ رہی ہے اور اس حصے میں مار ڈالنے والی سردی ہے کہ جس میں سورج کی روشنی نہیں پڑ رہی، اس سفر میں چوتھی رکاوٹ وہ خطرناک شعاعیں ہیں کہ فضائے زمین سے اوپر موجود ہیں، مثلاً کاسمک ریز (Cosmic Rays) الٹراوائلٹ ریز (Ultra violet Rays) اور ایکس ریز (X-Rays) یہ شعاعیں اگر تھوڑی مقدار میں انسانی بدن پر پڑیں تو بدن کے آرگانزم (Organism) کے لیے نقصان دہ نہیں ہیں، لیکن فضائے زمین کے باہر یہ شعاعیں بہت تباہ کن ہوتی ہیں۔ (زمین پر رہنے والوں کے لیے زمین کے اوپر موجود فضا کی وجہ سے ان کی تابش ختم ہو جاتی ہے) ایک اور مشکل اس سلسلے میں یہ ہے کہ خلا میں انسان بے وزنی کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے اگرچہ تدریجاً بے وزنی کی عادت پیدا کی جا سکتی ہے لیکن اگر زمین کے باسی بغیر کسی تیاری اور تمہید کے خلا میں جا پہنچیں تو بے وزنی سے نمٹنا بہت ہی مشکل یا ناممکن ہے، آخری مشکل اس سلسلے میں زمانے کی مشکل ہے اور یہ نہایت اہم رکاوٹ ہے کیونکہ دورِ حاضر کے سائنسی علوم کے مطابق روشنی کی رفتار ہر چیز سے زیادہ ہے اور اگر کوئی شخص آسمانوں کی سیر کرنا چاہے تو ضروری ہے کہ اس کی رفتار روشنی کی رفتار سے زیادہ ہو۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے بہت کم رفتار پر زمین پر آنے والے شہابئے ہوا کی رگڑ سے جل جاتے ہیں اور فضا ہی میں بھسم ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضور ﷺ اتنا طویل سفر پلک جھپکنے میں طے کر سکے۔

اعتراضات کا جواب:

مندرجہ بالا اعتراضات کی وجہ سے ہی ان کے دماغوں میں یہ شک پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ معراج خواب میں ہوئی اور یہ کہ حضور ﷺ غنودگی کی حالت میں تھے اور پھر آنکھ لگ گئی اور یہ تمام واقعات عالم رؤیا میں آپ ﷺ نے دیکھے یا روحانی سفر درپیش تھا۔ جسم کے ساتھ اتنے زیادہ فاصلوں کو لمحوں میں طے کرنا ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ اسراء کے معنی خواب کے نہیں جسمانی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ فضائی سفر کی تمام تر مشکلات کے باوجود آخر کار انسان علم کی قوت سے اس پر دسترس حاصل کر چکا ہے اور سوائے زمانے کی مشکل کے باقی تمام مشکلات حل ہو چکی ہیں اور زمانے والی مشکل بھی بہت دور کے سفر سے مربوط ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسئلہ معراج عمومی اور معمولی پہلو نہیں رکھتا، بلکہ یہ اللہ کی لامتناہی قدرت وطاقت کے ذریعے ممکن ہوا اور انبیاء کے تمام معجزات اسی قسم کے تھے جب انسان یہ طاقت رکھتا ہے کہ سائنسی ترقی کی بنیاد پر ایسی چیزیں بنا لے کہ جو زمینی مرکز ثقل سے باہر نکل سکتی ہیں، ایسی چیزیں تیار کر لے کے فضائے زمین سے باہر کی ہولناک شعاعیں ان پر اثر نہ کر سکیں اور مشق کے ذریعے بے وزنی کی کیفیت میں رہنے کی عادت پیدا کر لے، یعنی جب انسان اپنی محدود قوت کے ذریعے یہ کام کر سکتا ہے تو پھر اللہ اپنی لامحدود طاقت کے ذریعے یہ کام نہیں کر سکتا؟

مزید بحث میں پڑنے سے پہلے چند ضروری باتیں واضح کر دی جائیں تو مسئلے کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ آئن اسٹائن کے مطابق مادی شے کے سفر کرنے کی آخری حد روشنی کی رفتار ہے جو 186000 (ایک لاکھ چھیاسی ہزار) میل فی سیکنڈ ہے دوسری رفتار قرآنِ مجید نے امر کی بتائی ہے جو پلک جھپکنے میں پوری کائنات سے گزر جاتی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ (سورۃ القمر: ۵۰)

”اور ہمارا حکم ایسا ہے جیسے ایک پلک جھپک جانا“

سائنسدان جانتے ہیں کہ ایٹم کے بھی 100 چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں (Sub Alomic Particles) ان میں سے ایک نیوٹرینو (Neutrino) ہے جو تمام کائنات کے مادے میں سے بغیر ٹکرائے گزر جاتا ہے، مادہ اس کے لیے مزاحمت پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی وہ کسی مادی شے سے رگڑ کھاتا ہے، وہ بہت چھوٹا ذرہ ہے اور نہ ہی وہ رگڑ سے جلتا ہے، کیونکہ رگڑ تو مادے کی اس صورت میں پیدا ہوگی جب کہ وہ کم از کم ایٹم کی کمیت کا ہوگا (یاد رہے کہ ابھی حال ہی میں سرن لیبارٹری میں تحقیق کرنے والے سائنس دانوں نے 23 ستمبر 2011ء کو یہ اعلان کیا ہے کہ تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ نیوٹرینو کی رفتار روشنی کی رفتار سے بھی زیادہ ہے)

ایک اور بات یہ ہے کہ ایٹم (Atom) کے مرکز کے گرد الیکٹرون چکر لگا رہے ہوتے ہیں، ان دونوں کے درمیان مادہ نہیں ہوتا، بلکہ وہاں بھی خلا موجود ہوتا ہے، ایک اور ذرے کے بارے میں تحقیق ہو رہی ہے جس کا نام (Tachyon) ہے اس کا کوئی وجود ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا، لیکن تھیوری (Theory) میں اس کا ہونا ثابت ہے، یہ ہیں مادے کی مختلف اشکال اور ان کی رفتاریں۔

جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو براق پر سوار کیا۔ براق، برق سے نکلا ہے، جس کے معنی بجلی ہیں، جس کی رفتار 186000 میل فی سیکنڈ ہے، اگر کوئی آدمی وقت کے گھوڑے پر سوار ہو جائے تو وقت اس کے لیے ٹھہر جاتا ہے، یعنی اگر آپ 186000 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلیں تو وقت رک جاتا ہے کیونکہ وقت کی رفتار بھی یہی ہے، وقت گزر جائے گا، کیونکہ وقت اور فاصلہ مادے کی چوتھی جہت ہے اس لیے جو شخص اس چوتھی جہت پر قابو پالیتا ہے کائنات اس کے لیے ایک نقطہ بن جاتی ہے، وقت رک جاتا ہے، کیونکہ جس رفتار سے وقت چل رہا ہے وہ آدمی بھی اسی رفتار سے چل رہا ہے، حالانکہ وہ آدمی اپنے آپ کو چلتا ہوا محسوس کرے گا، لیکن کائنات اس کے لیے وہیں تھم جاتی ہے جب اس نے وقت اور فاصلے کو اپنے قابو میں کرلیا ہو، اس کے لیے چاہے سینکڑوں برس اس حالت میں گزر جائیں لیکن وقت رکا رہے گا اور جوں ہی وہ وقت کے گھوڑے سے اترے گا وقت کی گھڑی پھر سے ٹک ٹک شروع کردے گی، وہ آدمی چاہے پوری کائنات کی سیر کر کے آجائے، بستر گرم ہوگا، کنڈی ہل رہی ہوگی اور پانی چل رہا ہوگا۔

بجلی کا ایک بلب ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کے فاصلے پر رکھ دیں۔ سوئچ دبائیں تو ایک سیکنڈ میں وہ بلب جلنے لگے گا، یہ برقی رو کی تیز رفتاری ہے اور پھر ہوا کی تیز رفتاری بھی اس کی ایک مثال ہو سکتی ہے، اب معراج شریف میں چاہے ہزار برس صرف ہوگئے ہوں یا ایک لاکھ برس ہوگئے ہوں، وقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ یہ شبہ اور اشکال پیش آسکتا ہے کہ اتنی طویل و عظیم مسافت ایک رات میں کیسے طے ہوگئی،

اللہ جل جلالہ کی قدرتیں لا انتہا ہیں، وہ ہر بات پر قادر ہے کہ رات کو جب تک چاہے روکے رکھے، اگر وہ روکے تو کوئی اس کی ذاتِ پاک کے سوا نہیں جو دن نکال سکے۔

قرآنِ پاک میں فرمایا:

قُلْ اَرَأَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ○ قُلْ اَرَأَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (قصص: ۷۱-۷۲)

"آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ ہمیشہ قیامت کے دن تک رات کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی روشنی لے آئے؟ تو کیا تم نہیں سنتے۔ آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک دن کر دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھارے پاس کوئی رات لے آئے جس میں تم آرام کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے"۔

تو حق تعالیٰ کو پوری قدرت ہے اگر چاہے تو وہ وقت کو روک سکتا ہے، پھر جب انسانی صنعت سے خلائی جہاز، چاند، زہرہ اور مریخ تک پہنچ سکتے ہیں تو خدائی طاقت اور لا متناہی قدرت رکھنے والے کے حکم سے کیا اس کے رسول ﷺ شب معراج میں آسمانوں کو طے کر کے سدرۃ المنتہیٰ تک نہیں پہنچ سکتے؟ ہے کوئی سوچنے والا؟ پھر ایک اور طریقے سے غور کریں کہ جو سواری بُراق آپ کے لیے بھیجی گئی تھی، اس کی تیز رفتاری کا کیا عالم تھا۔ روایت میں تصریح کے ساتھ درج ہے کہ اس کا ایک قدم حد نظر تک پڑتا تھا جو روشنی کی رفتار سے ہزار ہا درجہ زیادہ ہے۔ ہماری نظروں کی حد نیلگوں خیمہ ہے جو آسمان کے نام سے موسوم ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ بُراق کا پہلا قدم پہلے آسمان پر پڑا اور چونکہ آسمان از روئے قرآن پاک سات ہیں، اس لیے سات قدم میں ساتوں آسمان طے ہو گئے، پھر اس سے آگے کی مسافت بھی چند قدم کی تھی۔

حاصل کلام یہ کہ کل سفر رات کے بارہ گھنٹوں میں سے صرف چند منٹ میں طے ہو گیا اور اسی طرح واپسی بھی، تو اب بتایئے کہ اس سرعت سیر کے ساتھ ایک ہی رات میں آمد و رفت ممکن ٹھہری یا غیر ممکن؟ اب فرمایا جائے کہ کیا اشکال باقی رہا؟

علاوہ ازیں ہمارا روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ایک گھر میں بیک وقت بلب جل رہے ہیں، پنکھے (سیلنگ فین) سے ہوا آ رہی ہے، ریڈیو سنا جا رہا ہے، ٹیلی ویژن دیکھا جا رہا ہے، ٹیلی فون پر گفتگو ہو رہی

ہے، فریج میں کھانے کی چیزیں محفوظ کی جارہی ہیں، ایئر کنڈیشنڈ سے کمرہ ٹھنڈا ہو رہا ہے، ٹیپ ریکارڈ پر ریکارڈنگ ہورہی ہے، گرائنڈر میں مسالے پس رہے ہیں، استری سے کپڑوں کی شکنیں دور ہو رہی ہیں، سی ڈی پلیئرز پر فلمیں دیکھیں جارہی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کسی نے بڑھ کر مین سوئچ آف کر دیا، پھر کیا تھا لمحوں میں ہر چیز نے کام کرنا بند کر دیا۔ معلوم ہوا یہ تمام کرنٹ کی کارفرمائی تھی۔ یہی حال کارخانوں کا ہے، کپڑا بُنا جارہا ہے، جیسے ہی بجلی غائب ہوئی تانے بانے بننے والی کلیں رُک گئیں، جونہی کرنٹ آیا ہر چیز پھر سے کام کرنے لگی۔ آج کا انسان ان روزمرہ کے مشاہدات کے پیشِ نظر واقعہ معراج کی روایات کی صداقت کا ادراک کر سکتا ہے۔ روایتیں ملتی ہیں کہ سرورِ کائنات ﷺ جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو بستر کی گرمی اسی طرح باقی تھی، وضو کا پانی ہنوز بہہ رہا تھا، کنڈی ابھی ہل رہی تھی، چودہ سو سال پہلے اس پر یقین لانا ناممکنات میں سے تھا لیکن آج یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ کرنٹ کے کرشمے نے ثابت کر دیا کہ لمحوں میں کیا کچھ ہوسکتا ہے۔ اسی طرح معراج کی شب نظامِ زمان ومکان معطل ہو گیا تھا، وقت رک گیا تھا، کیا یہ خالق کائنات، نظام زمان ومکان کے بنانے والے کے لیے کچھ مشکل تھا؟ جب سرورِ کائنات سرکارِ دوعالم ﷺ سفر معراج سے واپس ہوئے تو معطل نظام پھر سے روبہ عمل ہو گیا۔

بستر کی گرمی جہاں بند ہوئی تھی پھر سے محسوس ہونے لگی، پانی بہنا جس مقام پر رُک گیا تھا وہاں سے جاری ہو گیا، کنڈی جس زاویے پر ہلنے سے تھم گئی تھی اس سے حرکت میں آ گئی، جیسے کرنٹ کے آف ہوتے ہی تمام کام رُک گئے تھے اور آن ہوتے ہی حرکت میں آ گئے۔

جسم وروح کے ساتھ معراج کا حاصل ہونا آنحضرت ﷺ کا خصوصی شرف ہے، یہ مرتبہ کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے نبی ورسول ﷺ کی عظمت وبرگزیدگی کو ظاہر کرنے کے لیے یہ خارق عادت قدرت ظاہر فرمائی۔ یہ مسئلہ خالص یقین واعتقاد کا ہے، بس اس پر ایمان لانا اور اس کی حقیقت وکیفیت کو علمِ الٰہی کے سپرد کر دینا ہی عین عبادت ہے اور ویسے بھی نبوت، وحی اور معجزوں کے تمام معاملات احاطہ عقل وقیاس سے باہر کی چیزیں ہیں جو شخص ان چیزوں کو قیاس کے تابع اور اپنی عقل وفہم پر موقوف رکھے اور کہے کہ یہ چیز جب عقل میں نہ آئے میں اس کو نہیں مانوں گا، تو سمجھنا چاہیے کہ وہ شخص ایمان کے اپنے حصہ سے محروم رہا۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن وسنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

جناب عبدالکریم شاہ (درابن کلاں)

کیا امریکہ بکھر جائے گا؟

پندرہویں صدی میں کولمبس نے جب امریکہ دریافت کیا تو اسے اندازہ نہ تھا کہ آنے والے وقتوں میں ریڈانڈینز کی یہ سرزمین دنیا کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے گی اللہ نے اس سرزمین کو نہ صرف خوبصورت میدانوں، پہاڑوں، وادیوں، دریا اور جنگلات کا تحفہ دیا بلکہ معدنیات کی دولت سے بھی مالا مال کیا یورپ سے بہتر مستقبل کی خاطر ہجرت کر کے آنے والے لوگوں نے اس ملک کو خوب بنایا سنوارا۔ یورپ سے امریکہ ہجرت کرتے وقت وہ اپنے ساتھ تعلیم و تربیت و ثقافت اور اچھی روایات کیساتھ ساتھ لالچ اور ظلم بھی امریکہ لے گئے۔ اسلئے آج کے امریکہ میں قانون کی عملداری، حقوق البشر کیساتھ ساتھ لالچ اور ظلم بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قتل امریکیوں نے کئے تین لاکھ جاپانیوں کو یک مشت ایٹمی دھماکوں سے قتل کرنے والے بھی امریکی ہی تھے افریقہ سے کالوں کو اغواء کر کے غلام بنایا اور ان سے جبری مشقت لی اور تقریباً ڈھائی سو سال بعد انکی غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں لالچی اتنے کہ پیسے کے حصول کے لئے ہر حربہ استعمال کیا یہاں تک کہ ایک نوجوان لڑکی چند ڈالروں کے لئے اپنے آپ کو فخر یہ بیچ دیتی ہے اگر میں یہ کہوں کہ ظلم اور لالچ امریکیوں کی فطرت بن گئی ہے تو یہ غلط نہ ہوگا انکی یہی فطرت حکومتی پالیسیوں میں بھی جھلکتی ہے۔

اپنے ملک کو انہوں نے نہایت ایمانداری سے ترقی دی لیکن اس ترقی کے دو منفی اثرات بھی تھے ایک انہوں نے اپنے ملک کے معدنی وسائل کا بے دردی سے استعمال کیا یہاں تک کہ ان کے اپنے خزانے خالی ہو گئے۔ دوئم دھن دولت کی کثرت نے انہیں عیش و آرام کا عادی کر دیا عیش و عشرت کی زندگی برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ یا تو آسمان سے معدنیات بشمول، تیل مثل من وسلویٰ امریکہ پر گرنا شروع ہو جائے یا پھر دوسرے ممالک سے منگوایا جائے۔ دوسرے ممالک سے لینے کی بھی دو صورتیں ہیں پیسہ دے کر لیا جائے یا چھین لیا جائے چونکہ ظلم و جبر امریکیوں کی نفسیات میں ہے اسلئے ساری دنیا میں امریکہ کیلئے نفرت کی سطح بھی بہت اونچی ہے مسلمان تو خاص کر امریکہ سے نفرت کرتے ہیں اور ان کی بدقسمتی یہ ہے کہ رب نے

مسلمانوں ہی کو معدنیات اور تیل کے ذخائر پر آباد کر دیا ہے تیل کے نشے میں مبتلا امریکی جانتے ہیں کہ جب مسلمان بگڑ گئے تو امریکہ کیلئے ڈالر کے بدلے بھی تیل کا حصول مشکل ہو جائے گا اس لئے انہوں نے چھیننے کا راستہ اختیار کیا۔

عرب اسرائیل جنگ کے دوران جب سعودی عرب کے شاہ فیصل نے تیل کے چشموں کو آگ لگانے کی بات کی تو امریکیوں کو ایسے لگا کہ جیسے کسی نے ان کا ہیروشیما اور ناگا ساکی بنا دیا اپنے مستقبل کو محفوظ کرنے اور تیل کی دولت کو ہتھیانے کیلئے انہوں نے ایک طویل مدتی پالیسی پر کام شروع کیا ابتداء انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو اور شاہ فیصل سے نجات حاصل کر کے کی۔ اگلے مرحلے میں صدام حسین سے کویت پر حملہ کروادیا۔کویت پر حملہ کرا کے امریکہ نے تین مقاصد حاصل کر لئے: ایک، دو برادر اسلامی ملکوں کو لڑا دیا۔ دوسرا عراق جنگ کے تمام اخراجات کویت اور سعودی عرب سے بمعہ سود وصول کئے اور تیسرا اپنے جنگی ہتھیار ٹسٹ کر لئے۔وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کا ہوا کھڑا کر کے صدام حسین سے نجات حاصل کر لی اور بالآخر عراق میں بمعہ لاؤ لشکر کے آ بیٹھا۔اس تمام ڈرامے کا مقصد صرف عراق کے تیل پر قبضہ جمانا تھا اب امریکہ نہ صرف عراق کے تیل سے استفادہ حاصل کر رہا ہے بلکہ اپنے حرامی بچے اسرائیل کو بھی عربوں کی بدولت سے نواز رہا ہے۔

دوبئ میں تیل کے ذخائر چار پانچ سال میں خشک ہو جائیں گے سعودی عرب اور مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پچیس (25) سال میں ختم ہو جائیں گے لیکن دنیا کی تیل کی ضروریات بڑھتی جا رہی ہے اور اس بڑھتی ہوئی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ایک علاقہ ابھر کر سامنے آ رہا ہے اور وہ ہے پاکستان افغانستان سے لیکر وسطی ایشیائی ریاستوں تک پھیلا ہوا علاقہ ہے جو اگلے سو سال تک دنیا کی انرجی کی ضروریات پوری کر سکتا ہے امریکہ کی للچائی ہوئی نظریں اب اس علاقہ پر ہیں۔سی آئی اے کے ذریعے 11 ستمبر کا واقعہ کرا کے اور اپنے ہی 3500 لوگوں کا دھڑن تختہ کرا کے امریکہ افغانستان میں در آیا۔مقصد یہ تھا کہ افغانستان کی راہداری کو استعمال کر کے وسطی ایشیائی ریاستوں تک رسائی حاصل کی جائے۔پاکستان تو ویسے بھی امریکہ کا لے پالک ہے۔

میں سلام پیش کرتا ہوں ان تمام غازی اور شہیدوں کو جنہوں نے چین اور سکون کے بجائے غربت ،تنگدستی ،جدوجہد ،تکلیف اور شہادت کا راستہ اختیار کر کے امریکیوں کو افغانستان کی مٹی چٹوادی۔ڈسکو کلبوں میں شراب کے نشے میں دھت نیم عریاں جسموں کے ساتھ تھر کنے والے ،امریکیوں کو یہ اندازہ نہ تھا کہ اقبال

کے شاہین اور مردکوہستانی کا جھپٹنا، پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنے کا انداز کیا ہوتا ہے ۔اللہ نے مسلمانوں کو ویسے بھی یہ کہہ کر طاقت کا انجکشن لگا دیا کہ جا تیری زندگی اور موت ، اچھی اور بری تقدیر میرے ہاتھ میں ہے اس لیے تو مسلمان آنے والے کل سے بے خوف ہے اور شہادت میں رب کی رضا کا متلاشی ہے ۔یہی بات امریکیوں کو بڑی دیر تک سمجھ نہ آسکی ۔زخم خوردہ امریکی نہ چاہتے ہوئے بھی آج افغانستان سے اپنا بوریا بستر گول کر رہا ہے ۔اگر ایسا نہ کریں تو نہ صرف ان کی ہلاکتوں میں اضافہ ہوگا بلکہ انکی چودہ ہزار ارب ڈالر کی مقروض اقتصادیات ٹائی ٹینک کی طرح غرق سمندر ہو جائیگی ۔

امریکہ نے جو حرکتیں افغانستان اور پاکستان میں کی ہیں اور بدلے میں جو ذلت اسے ملی اس سے امریکیوں کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ علاقے کا غنڈہ بن کر اپنے مقاصد حاصل نہیں کرسکتا بلکہ اسے چینیوں (Chinese) کی طرح اچھا تاجر بننا پڑے گا ۔باہمی احترام کیساتھ رہنا پڑے گا ۔دوسروں کی علاقائی خودمختاری کی عزت کر کے اپنی عزت کروانی ہوگی ورنہ وہ دن دور نہیں جب امریکہ کے 52 (باون) ستارے 9 (نو) حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے اور USSR کی طرح USA بھی تاریخ کا حصہ بن جائے گا ۔اِنشاءاللہ

سعودی عرب ایران تنازعہ

(بقیہ صفحہ ۱۸ سے)

لیکن اس کا ایک آسان حل بھی ہے جسے اختیار کر کے ایران اور سعودی عرب اس خطرناک صورت حال پر قابو پا سکتے ہیں وہ حل یہ ہے کہ دونوں ممالک تیل کی سپلائی میں ایک بڑی حد تک کمی کر کے دنیا کو امنڈتے ہوئے اقتصادی تباہی کے خطرے سے نجات دلا سکتے ہیں اور تیل کی قیمتی دولت کو محفوظ رکھ کر مستقبل میں بہتر طور پر استعمال کر کے خیر و برکت کا ذریعہ بنا سکتے ہیں ۔رہا فرقہ واریت کا مسئلہ تو اسے دونوں ممالک کی اخلاقی صوابدید پر چھوڑ دیا جانا چاہئے کہ جس سے وہ اچھی طرح نمٹ لیں گے جیسا کہ وہ صدیوں سے نمٹتے چلے آئے ہیں ۔پاکستان کو اپنے خطے میں قیام امن کے اقدامات کو متوازن بنانے کیلئے ترجیحات کا از سر نو تعین کرنا ہوگا کیونکہ ایک طرف ایران یورپ سے 20 بلین ڈالر کے 160 مال بردار طیارے خرید رہا ہے تو دوسری جانب بھارت فرانس سے (150 بلین ڈالر کے سودے میں سے) 20 بلین ڈالر مالیت کے 42 جنگی طیارے خریدنے کا معاہدہ کر رہا ہے جس کے سبب امن اور جنگ کی تیز و تند ہوائیں دونوں سمتوں سے ہمارا خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں ۔اس لئے لازم ہے کہ ہم اپنی ترجیہات اور سمت کا ابھی سے تعین کر لیں ۔

مولانا محمد اسرار مدنی *

افغان طالبان کا فکری پس منظر
''بدر الفتاویٰ'' کے تناظر میں

عالمی مسلح جہادی تنظیموں داعش، حزب التحریر،
بوکوحرام وغیرہ اور طالبان میں بنیادی فرق

فقہ اسلامی اور اس کے متعلقہ علوم مثلاً تفسیر، اُصول تفسیر، حدیث، جرح و تعدیل، اصول فقہ، اشباہ و نظائر، قواعد کلیہ، فروق وغیرہ میں جو کام گزشتہ تیرہ سو برسوں میں ہوا ہے دنیا کا کوئی قانونی نظام اپنی وسعت، جامعیت، گہرائی اور گیرائی میں فقہ اسلامی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ مغلیہ دور حکومت میں آٹھ سو سال فقہ حنفی قانونی نظام کے طور پر حکومت چلاتا رہا...... جبکہ تمام مسلم حکومتیں، عدل و انصاف، سماجی، معاشرتی، عائلی، سیاسی اور قانونی مسائل اسی کے ذریعے حل کرتے رہے...... مسلمان کیا غیر مسلم بھی اس کی جامعیت اور حقانیت کے معترف تھے...... آج بھی اگر مسلم حکومتیں فقہ اسلامی کو اپنے نظام عدل و حکومت کا حصہ بنائیں تو بہت سے داخلی تنازعات و انتشار سے چھٹکارا ممکن ہے...... فقہ اسلامی کی سب سے بڑی خاصیت اسکی لچک (Flexibility) ہے جو ہر دور میں مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

فقہ اسلامی میں نظام قضا کے علاوہ نیم عدالتی ادارے بھی اہمیت کے حامل رہے، جس میں ادارۂ افتاء یا دارالافتاء، تحکیم و ثالثی، وکالت، نظام احتساب وغیرہ شامل ہیں...... کوئی بھی حقیقی اسلامی ریاست مذکورہ نظامہائے عدل و سلطنت سے خالی نہیں رہا۔

افغان طالبان اور فقہ اسلامی کا نفاذ

برصغیر کی طرح افغانستان میں طالبان نے حکومت سنبھالتے ہی اس کا عملی نفاذ کیا۔ مگر بدقسمتی

---

* نائب مدیر الحق و مدرس جامعہ ہذا

سے طالبان حکومت کے قیام کے بعد دنیا بھر میں ایک طوفان بدتمیزی برپا ہوا اور ان کو دہشت و بربریت کا علمبردار ٹھہرایا گیا، مغربی طاقتیں صف آراء ہوئیں جبکہ مدمقابل میں طالبان کو علمی اور نہ فکری طور پر جواب دینے کا موقع دیا گیا۔ جس سے صرف غیروں کے علاوہ اپنوں میں چہ میگوئیاں شروع ہونے لگی۔ بعض سادہ لوح طالبان کے غیر دانشمندانہ کاموں اور غیر سیاسی بیانات نے جلتی پر تیل کا کام دیا مگر ان سب سازشوں، غلط بیانیوں کے باوجود آج بھی مشرق و مغرب کے دانشور اس بات پر متفق نظر آرہے ہیں کہ مغرب کو افغان طالبان سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ ایک دانشور نے تو یہاں تک لکھا کہ مغرب نے القاعدہ اور طالبان کو ایک سمجھا۔ ان کے تحقیقاتی ادارے اور تھنک ٹینک نے ان کے فکری پس منظر کو نہیں جانچا ورنہ وہ اس طرح کی غلطی کبھی نہ کرتے۔

افغان طالبان کی حکومتی نظم و نسق بھی فقہ حنفی کے تحت چلتا رہا۔ جس میں انسانی حقوق سے لیکر خدائی حقوق تک سارا نظام موجود تھا اور تقریباً چھ سالہ دور حکومت میں ان کے عدالتی نظام اور دیگر اداروں افتاء وغیرہ میں اسی کے مطابق فیصلے ہوتے رہے۔

مقام شکر ہے کہ افغانستان کے سابق چیف جسٹس اور دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر اور جید فاضل مولانا نور محمد ثاقب صاحب و سابق رئیس مرکزی دارالافتاء امارت اسلامی افغانستان، اب ان فتاوی جات کو کتابی شکل میں مرتب کر رہے ہیں جسکی پہلی جلد ''بدر الفتاویٰ'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے بقیہ چار جلدیں زیر طبع ہیں۔ یہاں یہ بات بے محل نہیں ہوگی کہ ان کے زمانہ قضاء میں علامہ اقبال کے فاضل و قابل فرزند جسٹس جاوید اقبال کو دورہ کابل کا موقع ملا انہوں نے واپسی میں دارالعلوم میں خطاب فرمایا جس کا ایک اقتباس پیش ہے:

مصنف کتاب سے علامہ اقبال کے فرزند جسٹس جاوید اقبال کی کابل میں ملاقات

> پاکستانی ایمبیسی کے ایمبیسڈر عزیز خان صاحب ہیں جن کا تعلق صوبہ سرحد سے ہے ان کی وساطت سے کم از کم چیف جسٹس سے وہاں کابل میں ان سے ملاقات ہوسکی، مولوی نور محمد ثاقب سے جو آپ کے ہاں حقانیہ سے پڑھے ہوئے طالب علم ہیں جہاں تک فقہ اور قانون کا تعلق ہے تو ان کو اس پر کافی عبور حاصل ہے، میری جو ان سے بات چیت ہوئی وہ یہی تھی کہ آپ نے یہاں پر جو اسلامی قوانین ہیں کو کس طرح نافذ کیا ہوا ہے، فوجداری کے سلسلے میں کیا صورتحال ہے اور دیوانی عدالتوں کی صورت میں کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ فی الحال تو ہم نے جو بھی فوجداری قوانین ہیں ان کو جرائم کے خاتمے کیلئے اسلامی دائرہ کے تحت لا کر اس پر زیادہ توجہ دی ہوئی ہے اور جہاں تک دیوانی

معاملات کا تعلق ہے انکے متعلق ہمارا رویہ یہی ہے کہ جو قوانین یہاں پر نافذ العمل ہیں جب تک کہ وہ اسلام سے یا اسلامی اقدار سے اور قوانین سے متصادم نہ ہوں تو ہم ان کو اسی طرح جاری رکھے ہوئے ہیں لیکن جہاں تک یہ حدود کے سلسلہ کا تعلق ہے وہ وہاں پر نافذ ہیں Anyway بہت ساری ایسی باتیں تھی جو ان کیساتھ زیر بحث آئیں۔

اجتہاد پر عمل حدیث معاذ کی روشنی میں

میرا تعلق جیسا کہ مولانا سمیع الحق نے آپ سے فرمایا کہ میرے دل میں ایک چھوٹا سا باغی بھی ہے اور جب تک یہ بغاوت کا دل میں مادہ نہ ہو نیا راستہ اللہ تعالیٰ نہیں دکھاتا تو میں نے ان سے یہی گزارش کی کہ آپ اجتہاد کے عمل پر کس حد تک قائم ہیں، میں نے ان کے سامنے حوالہ حضور ﷺ کی حدیث سے دیا کہ جس میں انہوں نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بناتے وقت ان کو ہدایت کی تھی کہ تمہارے سامنے جو مقدمات آئیں گے ان کے فیصلے کس طرح کرو گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ قرآن کے مطابق فیصلے ہوں گے انہوں نے فرمایا اگر قرآن رہبری نہ دے تو پھر، تو انہوں نے کہا کہ پھر میں حدیث اور سنت رسول ﷺ پر چلوں گا تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ بھی ہدایت نہ دے تو پھر؟ تو انہوں نے کہا کہ پھر میں اپنی عقل استعمال کروں گا تو میں نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ جو حضور ﷺ کی حدیث ہے کیا یہ تاقیامت جاری وساری ہے اور قائم ہے یا یہ کہ اس کا وقت گزر چکا ہے؟ تو میں نے کہا کہ میری نگاہ میں یہ جو اجتہاد کا تسلسل ہے یہ تاقیامت جاری وساری ہے وہ کہنے لگے کہ نہیں اس کے بعد کئی ائمہ آئے اور انہوں نے اجتہاد پورا کر دیا اور وہ پورا ہو چکا اور اب مزید اس کی گنجائش نہیں ہے۔

پاکستان کے مسائل اور اسکے اسلامی حل

پھر میں اس کے بعد اس بحث کو آگے نہیں لے کر گیا لیکن میں نے کہا کہ ہمارے بعض مسائل اس قسم کے ہیں بالخصوص کم از کم میرے ملک میں تو سب سے بڑا مسئلہ آئین کا ہے کہ کونسا دستور ہو جو کہ صحیح معنوں میں اسلامی ہو اور آج کی جو ضروریات ہیں ان پر بھی حاوی ہو اور اس قسم کی اظہار رائے بھی ہو سکے جیسا کہ ہمارے ہاں شوریٰ کا تصور ہے اور اس کے ساتھ ہی ہم اپنے مسائل بھی حل کر سکیں۔دوسری چیز میں نے انہیں کہا کہ ہمارے ہاں مشکلات Economics کی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ بلاسود بینکاری یہاں پر رائج ہو اور اس کے لئے ہم یہاں کیا طریقہ کار اختیار کریں پھر میں نے کہا کہ یہاں ایک اور بڑا مسئلہ ہے اور وہ مسئلہ ہے معبدی اقتدار کا جس کی کشمکش ہے شخصی آزادی کے ساتھ، اس کے لئے کیا راہ نکالی جائے۔انہوں نے اس خطاب میں اپنے تاثر کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میری دلی خواہش ہے اور میں نے مولانا سے بھی کہا ہے کہ اگر میں جوانی میں یہاں آتا تو میری یہ بڑی خواہش تھی کہ یہاں سے تعلیم حاصل کرتا مگر میرا پھر بھی یہی خیال ہے کہ اگر یہاں سے مجھے اگر پوری Equipment ملتی اور میرے پاس سارا علمی اسلحہ آپ والا ہوتا تو میں زیادہ دلی

طور پر اور حوصلے کے ساتھ نیا راستہ نکال سکتا تھا (اس موقع پر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ہنستے ہوئے ڈاکٹر جاوید اقبال کو لقمہ دیا کہ پھر آپ اجتہاد بھی نہ کرتے، اس پر ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور دیگر تمام شرکاء خاصے محظوظ ہوئے)

مسئلہ تکفیر میں افغان طالبان کا محتاط رویہ

بدر الفتاویٰ افغان طالبان کی فکری حیثیت متعین کرنے انتہائی مدو معاون ہے۔ مقدمے میں مرتب نے دارالافتاء کا طریقہ کار اور نظام قضا کا تفصیلی ذکر کیا ہے جبکہ مولوی محمد ابراہیم خلیل نے فقہ اسلامی کی اہمیت، ضرورت، فتوے کی شرعی اور تاریخی حیثیت کیساتھ ساتھ مفتیان کرام کی ذمہ داریوں پر تفصیلی مقالہ لکھا ہے۔

مسئلہ تکفیر اور افغان طالبان

کتاب الایمان و العقائد سے فتاویٰ کا باقاعدہ آغاز ہوتا ہے۔ فتاویٰ کا پہلا سوال و جواب اس قدر منفرد اور حیران کن ہے کہ دل نہ ماننے پر تُلا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ملا ولی محمد سوال پوچھتے ہیں کہ مفتی صاحب! اگر کوئی شخص طالبان سے لڑنے والے (مقابل فوج) کی تکفیر کرے تو شرعی طور پر یہ کیسا ہے؟ مطلب یہ کہ طالبان کے خلاف لڑنے والے گروہ یا شخص کی تکفیر کرے تو اس تکفیر کرنیوالے شخص کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (یعنی کفر کا فتویٰ لگانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟)

مفتی صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

''اگر کہنے والے نے علامات و اعمال کفر اس شخص میں بذات خود مشاہدہ کیئے ہوں تو ٹھیک ہے مگر پھر بھی عمومی طور پر تمام گروہ کو یہ نسبت کرنا درست نہیں اور اگر مشاہدہ نہ کیا ہو اور ویسے کفر کی نسبت کر رہا ہو تو پھر یہ شخص خود فاسق ہے۔'' آگے فقہ حنفی کے معتبر کتابوں سے چند حوالے دیئے ہیں۔

عالم اسلام کے جہادی تنظیموں اور طالبان میں بنیادی فرق

راقم کے خیال میں پہلے استفتاء اور اس کے جواب میں افغان طالبان کا فکری پس منظر واضح ہو جاتا ہے آج دنیا میں مسلح جہادی تنظیموں اور افغان طالبان کا بنیادی فرق ہے۔ داعش تمام اسلامی ممالک کو دارالحرب اور دارالکفر قرار دے چکی ہے۔ وہاں کے مسلمانوں سے زبردستی ہجرت کرنے کا مطالبہ کر رہی ہے۔ داعش سمیت دیگر تنظیموں کا یہ موقف نہیں جو افغان طالبان کا ہے۔

بدعتی اور جعلی پیروں کی اصلاح

آگے کتاب السلوک میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر (نظام حسبہ) کے وزیر جعلی پیروں کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ ''افغانستان کے بعض علاقوں میں ''خلیفہ صاحبان'' کے نام سے ایسے پیر ہیں جو عالم نہیں، اُن کے حلقات ذکر میں منکرات ہوتے ہیں، جیسا کم عمر بغیر داڑھی والے لڑکوں کا وہاں جانا اور رقص کرنا، ہم ان کے خلاف کیا کاروائی کریں؟؟

لیکن اس سوالنامے پر سربراہ مملکت ملا محمد عمر مجاہدؒ اپنے مختصر نوٹ میں توجہ دلاتے ہیں کہ ''آپ تمام حضرات اجتماعی طور پر ایسا شرعی طریقہ بنائیں تاکہ آئندہ کیلئے وزارت امر بالمعروف کیلئے لائحہ عمل ہو۔'' جواب میں مفتی صاحب نے صحیح اور نیک مرشد کیلئے پانچ شرائط بمع دلائل بیان کئے ہیں پھر دیگر تفصیلات کے بعد ان کی اصلاح کیلئے طریقہ کار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''پہلے ان پیران حضرات کو شرعی مسائل بیان کریں یعنی Educate کریں اگر باز نہ آئیں تو اچھے اخلاق کیساتھ نصیحت کریں، پھر بھی منع نہ ہوئے تو تھوڑے وقت کیلئے جیل بھیج دیا جائے، یہ کام خوب احتیاط کیساتھ کیا جائے تاکہ اچھے لوگوں کو تکلیف نہ پہنچے یا اصلاح کا یہ عمل غیر شرعی طریقے پر چل نہ پڑے۔ آگے حدیث اور فقہ کی کتابوں سے حوالے دئے گئے ہیں۔

معاصر مسلح تحریکیں اور افغانی طالبان

مذکورہ سوال وجواب کو آج کل جہادی تحریکوں کے بیانئے (Narratives) کے تناظر میں دیکھنا چاہیے کہ ایک پیر کے اللہ تعالیٰ کے صریح نافرمانی کے باوجود اُس پر چڑھائی کا حکم نہیں دیا، نہ صغریٰ وکبریٰ ملا کر نتیجہ اخذ کرنے اور تکفیر وتفسیق کا فتویٰ صادر کرکے اس پر چڑھائی کا حکم دیا بلکہ دنیا کی دیگر عدالتی نظاموں کی طرح ایک واضح اور مثبت رائے پیش کی۔

ملا عمر مرحوم نے اجتماعی طریقہ کار کا مشورہ دیا اور مفتی صاحب نے اصلاح کی درجہ بندی بیان کی۔ یقیناً ایسے درجنوں واقعات وحقائق ہیں جس سے افغان طالبان کے فکری پس منظر اور حکومتی نظم و نسق کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ اسلئے بعض حقیقت حال دانشوروں کا دعویٰ ہے کہ افغان طالبان اپنے فکر و فلسفے، مسلک اور مزاج و مذاق کے حوالے سے داعش، القاعدہ، حزب التحریر، جبھۃ النصرۃ تحریک طالبان پاکستان، بوکوحرام، الشباب وغیرہ سے بالکل مختلف ہیں اور شائد یہی تصور اب جدید دنیا میں بھی اُبھرتا نظر آرہا ہے۔

مولانا نور محمد ثاقب صاحب اس بہترین علمی فقہی ذخیرے پر ہم سب کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ اُمید ہے کہ وہ آگے چل کر اس کام کو مکمل کرنے کے بعد نظام عدل وقضاء پر بھی کام کریں گے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے پشتو زبان کیساتھ اس کا اردو اور انگریزی ترجمہ بھی ہوجائے تاکہ دنیا کو دلیل کے طاقت سے جواب دیا جائے۔

افغان طالبان پرمولانا سمیع الحق کی ایک عمدہ کاوش

افغان طالبان پر سب سے زیادہ کام مغرب میں ہوا جو کہ ایک ردعمل کی صورت میں تھا جس میں حقیقت سے زیادہ جذباتیت اور نفرت(Baise)پر مبنی عنصر کارفرما تھا۔جس پر دوبارہ نظر ثانی کی ضرورت ہے ۔قریبی عرصہ میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی نئی کتاب Afghan Taliban War of Ideology & Struggle for Peace بھی ایک عمدہ کاوش ہے جس میں تمام موجودہ مسائل (Current Issues) کے حوالے سے افغان طالبان کا موقف انتہائی سہل انداز میں بیان کیا گیا ہے یقیناً مولانا صاحب کی یہ کتاب افغانستان اور امریکہ سمیت مغربی مما لک کے درمیان مکالمے کیلئے بارش کا پہلا قطرہ ہے۔جبکہ مغربی میڈیا کے جانبدارانہ رویے کا تریاق بھی۔

لیکن کئی سالوں پر محیط منفی پروپیگنڈے ،تحقیقی تنقیدی کتابیں، رپورٹس اور مضامین کے علاوہ لائیو ٹاک شوز نے افغان طالبان کے بارے میں دنیا کو بدظن کیا ہے،وہ ایک دو کتابوں سے صاف ہونے والا نہیں بلکہ اس کیلئے ایک طویل المعیاد منصوبے (Long Term strategy) کی ضرورت ہے کیونکہ افغان طالبان ظاہری طور پر میدان جنگ میں فتحیاب ہو رہے ہیں لیکن دلیل سے مغرب کو منوانے اور پروپیگنڈہ کو توڑنے کے لئے ابھی بہت کچھ کرنے پڑے گا۔ خدا کرے مولانا نور محمد ثاقب حقانی اور مولانا عبدالباقی حقانی صاحبان جیسے اہل فکر ونظر کی کوششیں ثمر بارآور ہوکر طالبان کو فکری محاذ پر فتح سے ہمکنار کرے۔ امین

مولانا حامد الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

دارالعلوم کے شب و روز

حضرت مہتمم صاحب کے اسفار:

مدرسہ تعلیم القرآن چھوٹا لاہور: دارالعلوم حقانیہ کے قدیم اور جید فاضل حضرت مولانا امین دوست صاحب کی دعوت پر مدرسہ تعلیم القرآن چھوٹا لاہور تشریف لے گئے اور تقریب تقسیم انعامات سے خطاب فرمایا۔

۲۷ر جنوری کو مولانا نثار احمد حقانی کے فرزندان کی تقریب نکاح میں شرکت کے لئے دریا پار مصری بانڈہ تشریف لے گئے اور نکاح پڑھایا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب بھی ہمراہ تھے۔

یکم فروری: مدرسہ تعلیم القرآن مندوخیل خیر آباد تشریف لے گئے ،اور مدرسہ کے طلباء سمیت اہل علاقہ سے خطاب فرمایا۔

تقریب تقسیم انعامات:

دارالعلوم میں سہ ماہی امتحان کے مکمل نتائج کے بعد تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد کیا گیا۔ حضرت مولانا انوار الحق صاحب نے امتحانی طریقہ کار اور نتائج پر مختصر خطاب فرمایا جبکہ مہتمم صاحب نے کامیاب طلباء میں انعامات تقسیم فرمائے۔

ششماہی امتحانات و تعطیلات

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات ۲ر فروری سے شروع ہو کر ۹ر فروری تک جاری رہے۔ امتحانات کے بعد ۱۰ فروری تا ۱۹ر فروری تک تعطیلات رہیں اور ۲۰ر فروری ۲۰۱۶ سے دوبارہ اسباق شروع ہوں گے۔

اہم وفود و شخصیات کی دارالعلوم آمد

سابق گورنر فضل حق مرحوم کی بھتیجی محترمہ فرح نور، جو آسٹریلیا میں پی ایچ ڈی کر رہی ہیں ،نے یہاں آ کر مولانا مدظلہ سے اسلام اور انتہا پسندی کے عنوان پر انٹرویو کیا۔

اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے پروفیسر مولانا احمد جان اور پروفیسر سلیم شاہ صاحب تشریف لائے اور حضرت مہتمم صاحب سے ملاقات کی جبکہ کڈنی سینٹر کے سربراہ کرنل مختار صاحب کے ہمراہ الحاج دلاور خان اور جناب محمد طارق خان صاحب بھی تشریف لائے اور مولانا مدظلہ سے تفصیلی ملاقات کی۔

زیر تعمیر جامع مسجد کے حوالے سے مشاورتی اجلاس:

۶۔۷ جنوری: زیر تعمیر جامع مسجد

مولانا عبدالحقؒ کے حوالہ سے ملاکنڈ ایجنسی اور بٹ خیلہ کے فضلاء کا مشترکہ اجلاس مدرسہ دارالعلوم مدنیہ امان درہ بٹ خیلہ جبکہ دوسرا اجلاس ۷؍جنوری کو تیمر گرہ بازار مدرسہ معارف الشرعیہ میں منعقد ہوا جس میں دیر بالا اور دیر پائین کے فضلاء اور اہل علاقہ نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ پہلے اجلاس کی میزبانی حضرت مولانا بخت منیر صاحب اور دوسرے کی میزبانی حضرت مولانا فضل اللہ صاحب نے کی۔ دارالعلوم حقانیہ کے اساتذہ اور شیوخ میں حضرت مہتمم صاحب ، مولانا انوار الحق نائب مہتمم جامعہ حقانیہ، مولانا عبدالحلیم دیر بابا جی، مولانا مغفور اللہ بابا جی ،مولانا سید محمد یوسف شاہ، مولانا سید احمد شاہ ، مولانا سعید الرحمٰن، مولانا سلمان الحق ، مولانا عرفان الحق ، مولانا لقمان الحق اور صاحبزادہ اسامہ بھی اس موقع پر موجود تھے۔

ضلع ہنگو میں مشاورتی اجلاس

اسی قسم کا ایک بڑا اجتماع ۱۴؍فروری ۲۰۱۶ء کو ضلع ہنگو کے مدرسہ جامعہ فاروقیہ کوٹکی میں منعقد ہوا، جس میں ہنگو، ٹل، پاڑا چنار، صدہ کے فضلاء نے بڑی تعداد میں شرکت کی، حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی قیادت میں مذکورہ اساتذہ ومشائخ شریک ہوئے۔ تلامذہ وفضلاء حقانیہ کے لئے یہ تقریب عید سے کم نہیں تھی۔

دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ ’’طب یونانی‘‘ کا اجراء

حضرت مہتمم دارالعلوم حقانیہ اور تعلیمی کمیٹی کے فیصلے کے مطابق جامعہ میں شعبہ تخصص ’’اسلامی سیاسیات‘‘ کے بعد شعبہ طب یونانی کورس کا اجراء کیا گیا ہے، جس میں دارالعلوم کے نامور فاضل اور اسلامی سیاسیات کے متخصص، ممتاز مصنف ومحقق مولانا عبدالباقی حقانی صاحب قانونچہ طب درساً پڑھا رہے ہیں۔

شعبہ ادبِ عربی کا باقاعدہ آغاز:

جامعہ حقانیہ میں بیروت لبنان کے معروف عرب عالم دین اور ادیب وصوفی شیخ محسن الرفاعی نے باقاعدہ تدریس کا آغاز کردیا ہے، اس سے قبل دو تین سال سے وہ غیر رسمی تشریف لا کر کلاسیں لیتے تھے، مختلف درجات کے علاوہ بعد از نماز عشاء طلباء کیلئے عربی ادب ، کتابت وتکلم کی مستقل کلاس پڑھاتے ہیں جس سے بہت سے طلباء مستفید ہورہے ہیں۔

دعائے مغفرت کی اپیل : دارالعلوم حقانیہ کے فاضل مولانا اکرام الحق حقانی (خطیب باغ مسجد مردان) کے چچا وسسر اور مولانا قاری جلیل احمد کے والد حکیم حاجی فضل خالق زیدہ صوابی گزشتہ دنوں انتقال فرما گئے دارالعلوم حقانیہ میں کے تمام اساتذہ اور شیوخ نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھایا۔

محمد اسرار ابن مدنی
نائب مدیر الحق



تعارف وتبصرہ کتب

• انوارِ حق ...... شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب

پیش نظر مجموعہ مواعظ وخطبات المعروف ''انوارِ حق'' شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب ،نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ان مواعظ وخطبات کا مجموعہ ہے جو آپ نے دارالعلوم حقانیہ کی مسجد قدیم میں خطبۂ جمعہ کے طور پر ارشاد فرمائے ۔اس مسجد اوراس کے منبر ومحراب کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا عبدالحق قدس اللہ سرہ کا مسند وعظ وارشاد اوردارالعلوم حقانیہ کی شکل میں فیوض وبرکات کا اولین تاسیسی سرچشمہ اورمنبع فیض وہدایت بننے کے لازوال مجد وشرف سے نوازا جو آگے چل کر دارالعلوم کے موجودہ شکل کی شجر طوبیٰ کی شکل اختیار کرگیا۔حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہ سالہا سال اس تاریخی مسجداور اس کے منبر ومحراب سے وعظ خطابت کی شکل میں دعوت واصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے جیسے ''دعوات حق'' کے نام سے دوضخیم جلدوں میں مرتب کرکے شائع کردیا گیا ہے۔اسی تاریخی مسجد اورمنبر ومحراب سے اپنے والد ماجدؒ کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے وعظ وارشاد اور خطبات جمعہ کا سلسلہ جاری رکھا۔انداز بیاں بھی اسی سادگی دلنشینی اوراخلاص وللّٰہیت کو لیے ہوئے ہے۔گویا حضرت قدس سرہ کے دعوات حق کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے ''انوار حق'' کی صورت میں باقی رکھا اس نقش اولین کو نئے پیرانہ اورنقش ثانی کی شکل میں اجاگر کردیا ہے۔حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ دارالعلوم کی تدریس میں ہمہ وقت انہماک کے ساتھ ساتھ طلبہ کی تربیت ونگرانی میں اور انتظام وانصرام میں مستقل مصروف عمل ہیں۔لیکن اس کے ساتھ وعظ وارشاد کی مجالس میں شرکت اور پھر اس کو محفوظ رکھنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ان کے خطبات کی پہلی جلد ہے جو حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ،ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ صاحبؒ،مولانا زاہد الحسینی اورمولانا عبدالقیوم حقانی جیسی شخصیات کی تقاریظ وتاثرات سے مزین ہے۔یہ جلد ۳۵ علمی ،اصلاحی،معاشرتی،اخلاقی اور سماجی موضوعات پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں دیئے گئے آسان، عام فہم اور سلیس خطبات کا مجموعہ ہے۔جس پر مرتب مولانا سلمان الحق حقانی اور دیگر ٹیم قابل صد تحسین وبریک ہے۔اِس کی پہلی دو اشاعتیں مؤتمر المصنفین سے شائع ہوئیں جبکہ زیر تبصرہ تیسری اشاعت ''القاسم'' اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ سے شائع ہوئی۔کاغذ مناسب،دیدہ زیب ٹائٹل ،بہترین

کمپوزنگ،اور سب سے بڑھ کر استاد محترم مولانا انوار الحق صاحب کی سادگی کمال للّٰہیت اور تواضع کی پرتو ہے۔ہر واعظ اور ہر خطیب کے لئے گوہرِ نایاب ۔ لیجئے ،پڑھیئے اور اصلاح و ارشاد کا حظِ وافر حاصل کیجئے۔
کتاب حاصل کرنے کے لئے رابطہ نمبر 0301-3019928

● **كتاب الصلوة في الاحاديث النبويه** ......مولف: اسعد محمود ملک

نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے دوسرا رکن ہے اور نماز تمام ارکان کی بنیاد ہے اگر نماز ٹھیک طریق اسلام کے مطابق نہیں ہوگا تو وہ دیگر فرائض بھی تساہل کا شکار ہوگا نماز کی بعض فروعات میں مسالک اربعہ کے درمیان معمولی سا اختلاف ہوگا۔زیر نظر کتاب الصلوٰۃ جناب مولانا اسعد محمود خادم خاص حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب کی تصنیف لطیف ہے۔ جسمیں انہوں نے پورا نقشہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ ہر حدیث نماز حنفی کے استدلالات میں سے ہیں جس میں احادیث نبویہ کا انبار لگا کر کتاب کو آثار الصحابہ اور تابعین سے مزین کیا ہے جبکہ نوجوان عالم دین معاویہ بن اسعد سے اسکی نصوص کی مراجعت میں بڑی عرقریزی سے کام لیا ہے۔ ۲۲۱ صفحات پر مشتمل یہ علمی تحفہ مکتبہ النور فیصل ،مرکز الشیخ زکریا چوہدری پارک ڈی ٹاپ کالونی فیصل آباد سے دستیاب ہے۔ (مبصر: مولانا محمد اسلام حقانی)

● **فتح المنان في حكم البيع من الزيادة** ......مولانا مفتی عبیدالرحمٰن حقانی

فقہ کتابوں میں کتاب البیوع کے اندر ایک معرکۃ الآراء مبحث ’’اصل وصف‘‘ موجود ہیں ۔اور یہ مبحث ایک مسئلہ کے ساتھ وابستہ ہے کہ مبیع میں کمی یا زیادتی ظاہر ہوجائے تو کیلی اشیاء (ناپ والے) میں کیا کریں گے؟ اور موزونی اشیاء میں کیا کریں گے؟ یہ ایک مشکل مسئلہ ہے جسے اساطین علم اور جماہیر درس وتدریس نے اپنے اپنے اسلوب اور انداز سے حل کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب اس مشکل مسئلہ کے متعلق ہے محترم مفتی عبیدالرحمٰن صاحب کو اس کی تیاری میں کافی محنت اور جانفشانی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے اصل وصف کی وضاحت ،اسکے اصول ، ضوابط ،اور قواعد ،اور اس مسئلہ کے متعلق فقہائے احناف کے عبارات کی تشریح اور اشکالات کا جائزہ ،عصر حاضر میں اس کی تطبیق ان تمام امور پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے اہل علم وفضل پر احسان عظیم فرمایا، کتاب کا اسلوب عام فہم ،طریقہ استدلال سادہ ،تفہیم مسائل آسان ہے۔موصوف مذکور قابل مدرس اور ایک جید محقق بھی ہیں مصنف کی اس سے پہلے کتاب امر بالمعروف ونهي عن المنكر نے اہل علم وفضل سے داد وتحسین وصول کی ہے۔مسئلہ تکفیر پر لکھتے رہے ہیں ۔۸۵ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مرکز البحوث الاسلامیہ مردان سے (0313-3736809) سے دستیاب ہے۔ (مبصر: مولانا محمد اسلام حقانی)